

هِدَايَةِ الْمُتَعَالِ فِي خِدَاةِ الْإِسْتِقْبَالِ

استقل قبل أن يمشي على الماء



تَرْجُمَانُ
 تَرْجُمَانُ تَرْجُمَانُ تَرْجُمَانُ



شبكة
 Alkhazrat Network

هَدَايَةُ الْمُتَعَالِ فِي حَدِّ الِاسْتِقْبَالِ^{۲۴}

(استقبال قبلہ کی تعیین میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رہنمائی)

مسئلہ ۳۹۶ از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

شہر علی گڑھ کی عید گاہ کو صد سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء متقدمین بجا کراہت اس میں عید یں کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے، آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آفات انگریز سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی دہانے کو نئے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے نوے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانان شہر پر بر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے، اور ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک قومی چھا پاجس کی جہارت جواب یہ ہے: اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو شہید کر کے ٹھیک سمت قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں ایسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عید گاہ میں ٹھیک سمت قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور ان خطوط پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کریں، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے:

ومن كان غائبا ففرضه اصابته جهتها
 هو الصحيح لان التكليف بحسب الوضوء انتهى
 جو شخص کعبہ سے دور ہو اس پر نماز کے دوران سمت کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض ہے یہی صحیح ہے کیونکہ تکلیف حسب طاقت ہوتی ہے انتہی (ت)

کتاب مقبروں سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ مابین المغربین ہونا چاہئے یا کیا ؟ اور اس کا سمت قبلہ درست کرنا ضروری ہے یا کیا ؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل لنا الكعبة قبله وامانا
والصلوة والسلام على من الى افضل قبله
ولانا، رسول الثقلين وامام القبلتين جعل
الله تعالى بابه الكريم في الدارين قبله اهلنا
وكعبة همتانا وعلى اله وصحابه و سائر اهل
قبلته الذين ولوا اليه وجوههم تصديقا و
ايمانا آمين اللهم هداية الحق والصواب -

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے کعبہ کو ہمارا قبلہ
اور پناہ گاہ بنایا اور صلوة سلام ان پر کر جس نے ہمیں اچھے
قبلہ کی طرف پھیرا جن وانس کے رسول اور دونوں
قبلوں کے امام جن کے باعزت دروازے کو اللہ
تعالیٰ نے جنہیں دنیا و آخرت میں ہماری تمام امیدیں
کا قبلہ اور آرزوؤں کا کعبہ بنایا، آپ کی آل اصحاب
اور ان اہل قبلہ پر جنہوں نے حالت ایمان تصدیق

میں اس کعبہ کی طرف رخ کیا آمین : اے اللہ! حق و صواب کی راست فرماؤ،
فتوئے مذکور محض باطل اور علیحدہ صحت و صحت سے حامل اور نصب ان پر نہ اجتہاد بلکہ شریعت مطلوبہ پر
مکمل اقرار ہے۔

اولاً اگر بفرض باطل یہ عید گاہ جنت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق و مغرب بدل گئے ہوتے جب
بھی یہ جبروتی حکم کجالات استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے، دل سے نئی شریعت ایجاد
کرنا تھا، اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے اندام کوئی چارہ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا
کس نے فرض مانا، عید گاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سہی سب سے خدا اور رسول جلی جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرض کیا نہ واجب نہ سنت، زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلیٰ عید کعبہ دست میدان تھا جس میں
اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا، جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید کو قشر لیف لے جاتے تو اجداد اقدس
میں سترہ کے لئے ایک نیزہ نصب کر دیا جاتا، زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں بھی ٹوٹتی رہا۔ عمر
بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک
کے لئے مسجد بنائیں ظاہراً انھیں کے وقت میں مصلیٰ عید میں بھی عمارت بنی کہ استظہار السیدانوس الدین
السموودی قدس سرہ فی تاریخ المدینۃ الکرمیۃ (جیسا کہ سید نور الدین سمودی قدس سرہ نے اپنی کتاب
تاریخ المدینۃ المنورہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔) صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

خاصاً علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے کہ جنت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور عہد و جہت میں بدل کر اہستہ جائزہ آفاقی کا قبلہ ہی جنت ہے نہ کہ اصابت عین۔ بدائع امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شانی پھر علیہ امام ابن امیر الحان علی میں ہے،

قبلتہ حالة البعد جهة الكعبة وهي المحارب كعبته وروی کی صورت میں جنت کعبہ ہی قبلہ ہے اور لا عین الکعبة۔
وہ مجاہد مسجد ہے نہ کہ عین قبلہ۔ (د)

جامع الزیورین امام زندیکی سے ہے، الجهة قبلہ کالعیق (جنت کعبہ عین قبلہ کی طرح ہے۔ ت) ہاں حتی الوسع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملقط علیہ وغیرہما کے نصوص بعونہ تعالیٰ آگے آتے ہیں، اور غیر میں فرمایا، هو افضل بلا سیب ولا متین الخا بے کسی شک و شبہ کے افضل ہے۔ (ت) در مولانا خرم و رد المحتار میں ہے،

لو انخوف عن العین انخروا فلا تزول منه المقابلة اگر عین کعبہ سے بالکلیہ انحراف نہ ہو (یعنی معمولی انحراف بالکلیۃ جائز و وثیدہ ما قال فی الظہیریۃ اذا تیا من او تیا سرتجوز۔
ہوا) تو نماز جائز ہے۔ اس کی تائید ظہیریہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، جب نمازی دراد میں یا بائیں ہو گیا تو نماز جائز ہو گئی۔ (د)

اور ترک مستحب کراہت تزییہ بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز، بحر الرائق باب العیدین میں ہے، لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے (د)، تو اس میں نماز محکومہ تحریمی ٹھہرنا نہی روشنی کی محض خلاقی سائنس ہے۔

سادہ سادہ عبارت پہلے کہ فتویٰ مذکور نے فعل کی اس کے معنات سے اصلاً اس نہیں رکھتی بلکہ حقیقتاً وہ اس کا روس ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر فتویٰ کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معتقل کی طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف

سے بدائع الصنائع فصل فی شرائط الارکان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۸/۱
نوٹ، بدائع میں یہ عبارت معنات مذکور ہے الفاظ بعینہ موجود نہیں۔ نذیر احمد سعیدی

سے جامع الرموز فصل شروط الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قائموس ایران ۱۳۰/۱
سے فتاویٰ خیرہ کتاب الصلوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹/۱

سے رد المحتار باب شروط الصلوۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۱۵/۱
سے البحر الرائق باب العیدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۳/۲

منہ ہونا پس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہے اس سے خود ثابت ہوا کہ غیر محکمہ محرک میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہادیہ بلکہ عامۃ کتب مذہب میں ہے پھر مسافت بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور دقیق نماز قلیل ہی کھلائے گا اور جتنا بُعد بڑھتا جائے گا انحراف زیادہ گنجائش پائے گا۔ بحر الرائق و لطاوی علی الدرود غیر ہمیں ہے :

المسامتۃ التقربیبیۃ ہوان یکون منحرفا
عن القبلة انحرافا لا تزول بہ المقابله
بالکلیۃ ، والمقابله اذا وقعت فی مسافت
بعیدۃ لا تزول بما تزول بہ من الانحراف
لو كانت فی مسافت قریبۃ۔

مسامتہ تقریبیہ یہ ہے کہ انحراف عن القبلا اس طرح ہو کہ
جہت کعبہ سے مقابلہ بالکلیۃ ختم نہ ہو اور مقابلہ بحسب
مسافت بعیدہ کی صورت میں ہو تو وہ اتنے انحراف سے
ختم نہیں ہوتا جتنے سے مسامتہ قریبہ میں مقابلہ ہو تو
ختم ہو جاتا ہے۔ (د)

معراج الدیار و فتح القدر و علیہ شرح منیر و بحر شرح کنز و فتاویٰ غیریہ وغیرہ میں ہے :
و بتفاوت ذلك بحسب تفاوت البعد و تبقی
المسامتۃ مع انتقال مناسب لذلك البعد۔

انحراف بُعد کے اعتبار سے متفاوت ہوتا
ہے اور اس بُعد کے مناسب انتقال کے ساتھ
مسامتہ (مسامتہ) باقی رہتی ہے۔ (د)

فتاویٰ میں عبارت ہادیہ سے استناد کے لئے یہ ثبوت دینا کہ محکمہ معتبر سے علی کریم کو یہ ہزاروں میل کا بُعد لفظ
مغرب سے تیس گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا کہ اس ثبوت کے ذکر عبارت
محض تعلیق عوام ہے اور حقیقت امر دیکھتے تو عبارت مستدل کے لئے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے، ہم
عنقریب بعونہ تعالیٰ ثابت کریں گے کہ عید گاہ مذکور ضرور حدود جہت کے اندر ہے۔

سابعاً ہمارے بعض علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیأت قیاسات و آلات کا اعتبار
ہی نہیں، جامع الرموز نے اسی بحث کے تحت قلیل میں لکھا :

منہم من بنا علی بعض العلوم
الحکمیۃ الا ان العلامة البخاری قال فی
بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا

فقہاء میں سے بعض نے اس مسئلہ کی بنیاد بعض علوم
تکلیف پر رکھی ہے مگر علامہ بخاری نے کشف الاسرار میں
قیاس کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے

لم يعتبروه وبه يشعر كلام قاضی خان آھ
 وایده فی التھن بان علیہ اطلاق المتون
 اھ و سرده فی رد المحتار قائل لھ ارفی المتون
 ما یدل علی عدم اعتبارھا ولنا تعلیم
 ما نھدی بہ علی القبلة من النجوم وقال
 تعالی والنجوم لتھتد وابھا الیہ واستظهر
 ان الخلاف فی عدم اعتبارھا انھا ہو عند
 وجود المعارب القدیمة اذ لا يجوز التحری
 معها کما قد منالہ لئلا یلزم تخطئة السلف
 الصالح وجماھیر المسلمین بخلاف ما اذا
 کان فی المفارقة فینبغی وجوب اعتبار النجوم
 ونحوھا فی المفارقة لتحریرہم علمائنا وغیرھم
 بكونھا علامة معتبرة فینبغی الاستناد فی
 اوقات الصلاة وفی القبلة علی ما ذکر العلماء
 الثقات فی کتب المواقیث وعلی ما وضعوا لھا
 من الالات کالسرب والاصطرلاب فانھا ان لم
 یقتد البقیقین تغید غلبة الظن للعالم بھما
 وغلبة الظن کافیة فی ذلك الخ

اس کا اعتبار نہیں کیا، قاضی خان کی گفتگو بھی اسی طرز
 رہنمائی کرتی ہے اہل عصر میں اس کی تائیدیوں کی ہے کہ اسی
 پر متون کا اطلاق ہے اھ رد المحتار میں یہ کہتے ہوئے
 اس کا رد کیا کریں نے متون میں ایسی کوئی دلیل نہیں دیکھی
 جو ان کے عدم اعتبار پر وال ہو، حالانکہ ہم پر اس چیز کا
 قیام ہے جس کا تھتد سارو کے ذریعے ہم قبلہ پر رہنمائی حاصل
 کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی دلیل ہے والقیوم
 لتھتدوا بھا الخ اس نے سارے اس لئے بنائے
 تاکہ تم ان سے رہنمائی حاصل کرو، اس سے ظاہر کیا
 کہ ان کے عدم اعتبار میں اختلاف اس صورت میں ہے
 جب وہ ان قدیم محراب موجود ہوں کیونکہ ان کے ہوتے
 ہوئے کوئی جائز نہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے، تاکہ
 سلت صالحین اور پیغمبر مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا
 لازم نہ آئے بخلاف اس صورت کے جب مصلیٰ جنگل اور
 ویران جگہ میں ہو تو وہاں ستاروں وغیرہ کا اعتبار
 ضروری ہے کیونکہ ہمارے علماء وغیرہم نے ان چیزوں کے
 علامت معتبرہ ہونے پر تصریح کی ہے لہذا اوقات نماز
 اور تعیین قبلہ کے متعلق فقہ علماء کے کتب مواقیث میں

بیان کردہ اندوڑا بطر احما و کرنا مناسب ہے اور وہ آلات مثلاً ربع، اصطرلاب وغیرہ جو اوقات کی پہچان کیے گئے
 انھوں نے بنائے ہیں ان پر بھی اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ اگر ان آلات سے یقین کا اور جہ حاصل نہ ہو تو کم از کم غلبہ ظن تو اس شخص کو
 جو ان آلات سے متعلق معلومات رکھتا ہو حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ میں ظن غالب ہی کافی ہے الخ (د)

۱۳۰/۱

۳۱۶/۱

مطبوعہ گنبد قائموس ایران

مصطفیٰ البابی مصر

سہ جامن الرموز فصل شروط الصلاة

سہ رد المحتار بحوالہ الشرح بحث فی استقبال القبلة

سہ

" " " " " "

" " " " " "

"

اقول وہو کلام نفیس واین تحریر

جزائف لایکادیر جمع الی اشارۃ علم من انظن
الغالب الحاصل بتک القواعد ولولا مکان
اطوال البلاد وعسر وضها فی امر تعین القبلة
ومجال الفنون فی اکثرها لکان ما یحصل
بہا قطعیا لا مساع لریبۃ فیہ بل لو حققت
لا لفتیت جل المحاریب المنصوبۃ بعد الصحابة
والتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انما بنیت بناءً
على تلك القواعد وعليها اُمتست لها القواعد
فکیف یحل اعتماد تلك المحاریب دون
الذی بنیت علیہ نعم عند التعارض ترجح
القدیم خلافاً لثا فعیۃ لثلاً یلزم تخطیئة
السلف الصالح وجماہیر المسلمین کما
ذکرہ الشامی وغیرہ ولان علم الجیم اقوی
من علم الاحاد وللسلف مزیة جلیة علی
الخلق ولربما یخطئ النظر فی استعمال القواعد
والآلات کما هو صریح مشاہد فیہا وی یخطئ
منہم ولذا اقال فی الفتاوی الخیریة واما
الاجتهاد فیہا ای فی محاریب المسلمین بالنسبة
الی الجریۃ فلا یجوز حدیث سلمت من الطعن
لانہا لم تنصب الا بحضرة جمع من المسلمین
اہل معرفۃ بسمت الکواکب والادلة الخیری
ذلك مجرعی الخیر فتقد

اقول (میں کہتا ہوں) یہ نفیس گفتگو ہے

علم کے کسی پہلو کو نہ چھونے والے بے اصل اندازے کو ان
آلات سے حاصل شدہ ظنی غالب سے کیا تعلق اگر تعین
قبلہ کے معاملہ میں طول البلد اور عرض البلد اور ان کے
اکثر معاملات میں ظن کا دخل نہ ہوتا تو ان آلات سے
حاصل شدہ علم قطعی ہوتا جس میں شک کی گنجائش نہ
ہوتی۔ بلکہ اگر تو تحقیق کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ وہ بڑے
بڑے محراب جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
بعد بنائے گئے وہ انہی قواعد کی بنا پر بنائے گئے ہیں
اور انہی ضوابط پر ان مساجد کے ستون بنائے گئے،
تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ان محرابوں پر تو اعتماد کیا جائے
مگر ان قواعد پر نہ کیا جائے جن کی بنا پر وہ محراب
معرض وجود میں آئے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ
جہاں قاعدہ و محراب قدیم میں قمارض ہوگا وہاں محراب
قدیم کو ترجیح ہوگی بخلاف شوافع کے تاکہ سلف صالحین اور
جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے جیسا کہ
امام شامی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے
کہ جماعت کا علم احاد کے علم سے زیادہ قوی ہوتا ہے
اور سلف کو غلط پرہ انتہی فضیلت حاصل ہے نیز بعض فقہ
استعمال قواعد و آلات میں نظر سے خطابی ہو جاتی
ہے جیسا کہ مشاہدہ و ملاحظہ میں آیا ہے لہذا واعدا کا
خاطی ہونا جماعت کے خاطی ہونے سے زیادہ قریب
ہے، اسی لئے فتاویٰ خیرہ میں کہا کہ بہت قبلہ کی تعین

تلك المحاسن يثبت اهـ۔
 غور و فکر اس لئے جائز نہیں تاکہ طعن سے محفوظ رہا جاسکے کیونکہ یہ محراب مسلمانوں کی ان جماعتوں نے قائم کئے ہیں جو کواکب کی سمت اور دلائل کی معرفت رکھتی تھیں، تو چونکہ خیر و بد بلا فی اسی میں ہے لہذا ان محرابوں کی تعسید کی جائے (د)۔

اقول وہ ظہران الحکم لا یختص بالمعاذ فانہم انما صہوا فی الامصار بنا علی تلك الادلة لاجرم ان قال العلالة البرجندی فی شرح النفاية ان اسرار القبلة انما یتحقق بقواعد الهندسة والحساب بان يعرف بعد مكة عن خط الاستواء وعن طرف المغرب ثم بعد البلد المعروف كذلك ثم یقاس بتلك القواعد لتحقیق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلة هراة الى اخر ما سیاتی ونقله الفتال فی حاشيته مقر علیہ۔
 سمت یونہی ثابت کر چکے ہیں آخر تک جس کا بیان آئیگا اور اس کو علامہ قتال نے اپنے حاشیہ میں ثابت رکھے ہوئے نقل کیا ہے۔ (د)۔

اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد بدتوں سے بنی ہو اور اہل علم و عامر مسلمان اس میں بلا تکثیر نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عید گاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات و قیاسات کی رُو سے اُس میں شک ڈالے یا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صد ہا سال سے علماء و سائر مسلمان کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے، بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تحری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں، ایسی تشکیک بعض مدعیان ہیئآت نے بعض محرمات نصب کردہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ بالیقین صحابہ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سننا بھی حلال نہیں، ہاں تحقیق معلوم ہو

کہ فلاں محراب کسی جاہل نادان وقت نے تو نہیں جو اتفاقاً قائم کر دی ہے تو البتہ اس پر اعتماد نہ ہوگا۔ علامہ خیر الدین ربی استاد صاحب دُر مختار رحمہما اللہ تعالیٰ فتاویٰ خیر یہ میں فرماتے ہیں،

نحن على علم بان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم اعلیٰ من غیرہم فاذا اعلنا انہم وضعوا محرابا لایعارضہم من ہود و نہم واذا اعلنا ان محرابا وضع من غیرہم بغیر علم ولا نعتمدہ ، واذا لم نعرف شیئا و علمنا کثرة السامین و توالم المصلین علی مرور السنین عملنا بالظاہر و هو الصریح۔

بہیں یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیگر تمام افراد اُمت سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ محراب صحابہ نے قائم کئے ہیں تو ان کے مقابل کسی دوسرے کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا اس محراب پر اعتماد کیا جائے گا، اور جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ صحابہ کے علاوہ کسی جاہل نادان وقت نے یہ محراب بنائی ہے تو اس پر ہم اعتماد نہیں کریں گے، اور اگر کسی محراب کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہ ہوں صرف اتنا جانتے ہوں کہ یہاں کئی سالوں سے کثیر راہ گیر اور نمازی مسلسل نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم اسی ظاہر صورت پر عمل کریں گے (اور یہی درست ہے)۔

اُسی میں ہے،

مذہب الحنفیۃ یعمل بالمحایب المذکورۃ ولا یلتفت للظعن المذکور۔

احناف کا مسلک یہی ہے کہ ان محایب مذکورہ پر عمل پیرا ہوں اور مخالفت کے ظعن و اعتراض مذکور کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

نہایۃ الفکری المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لایجاوز الحد المذکور و هو علی تقدیر صدقہ لایمنع الجواز و لہذا قال الشارح

قول فکری (ماہر فکیاست مذکور کی نہایت یہ ہے کہ وہ اس تھوڑے انحراف کے ساتھ جو حد مذکور سے تجاوز نہ کرتا ہو ظعن و اعتراض کر سکا جائے اگر اس کا یہ قول سچا بھی ہو تاہم جواز نماز کے منافی نہیں اس لئے شارح

الزبلى لا يجوز التحرى مع المحاسن

امام زبلى نے فرمایا محاسن کے ہوتے ہوئے اجتہاد اور غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

الكلام في تحقيق ذلك ليعني الانحراف الكثير ولا يقع على وجه اليقين مع البعد باخبار الميقاتي كما لا يخفى عند الفقهاء

علیہ میں ہے،

المحراب في حق المصلي قد صار كعين الكعبة ولهذا لا يجوز للشخص ان يجتهد في المحاسن بغير ما لا ينظر الى ما يقال ان قبلة اموى دمشق واكثر مساجدنا البنية على سمت قبلة فيها بعض الانحراف اذ لا شك ان قبلة الاموى من حين فتح الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ومن صلی منہم الیہا وکذا من بعدہم اعلیٰ و اوثق من فلکی لا ندري هل اصاب امر اخطأ بل ذلك يرجح خطأه وكل خير من اتباع من سلف

نمازی کے لئے محراب عین کعبہ کی طرح ہے اسی لئے کسی شخص کو روا نہیں کروا نہیں محاسن میں اجتہاد یا غور و فکر کرے اس بات سے تو دور رہے (جو کہا جاتا ہے) کہ جامع اموی دمشق اور اسکی اکثر دیگر مساجد جو اسکی سمت پر بنائی گئی ہیں ان کی سمت قبلہ کچھ منحرف ہے کیونکہ جامع اموی کے قبلہ کا تعلق اس وقت سے ہوا ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا صحابہ کرام خود بھی اسی سمت نماز ادا کرتے رہے اور ان سے بعد کے لوگ بھی اور وہ حضرات اس فلکی سے زیادہ عالم اور ثقہ تھے اس فلکی کے بارے میں ہمیں کیا معلوم کہ اس کی رائے درست ہے یا غلط بلکہ اس کا غلطی ہونا ہی رائج ہے اور تمام غیر اسلاف کی اتباع میں ہے۔ (ت)

پھر علماء کے یہ ارشادات اس کے بارے میں تھے جو فنی حیثیت کا مابہر کمال عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہ فقہ سے مس نہ ہیأت سے خبر کورین و دیانت کا حال روشن تر، ان کی بات کیا قابل التفات،

۷/۱

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

کتاب الصلوٰۃ

لہ فتاویٰ نیریہ

۹/۱

~ ~ ~

~

لہ علیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

ان کی حیات دانی اس اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شانہ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور دیوار توڑ کو ٹھیک محاذات قطب میں بنانا چاہتے ہیں، علم ہیات میں اور اک سمت قبلہ کے لئے دو طریقے ہیں، ایک تقریبی کہ عامہ کتب متداولہ میں مذکور، دوسرا تحقیقی کہ ریجات میں مسطور۔ یہاں سے واضح کہ یہ حضرات ان دونوں سے بھجور، اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے ان پر معرض نہ ہوتے کہ اس کی رو سے سمت قبلہ علی گڑھ نکالیں تو ضرور قطب شمالی شانہ راست سے جانب پشت ہی پھر رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ نقطہ مغرب کی طرف مڑ کر تے تو قطب محاذات شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے، قطب جنوب جانب پشت میلان کرے گا، اور اگر طریقہ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذی قطب بنائی نہ چاہتے کہ طریق تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطہ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اتنا کہ طریق تقریب میں تمام دونوں طریق تقریب و تحقیق ان اشارہ آخر کلام میں ذکر کریں گے۔

شاہنا محاذات قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جن کا مشاگران کے خیال میں ہوتا ہے کہ دعا نما فرض نہ کرتے، نماز اقدس صحابہ کرام بلکہ حضور پر نور سید الانام علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام سے غیر ممکن کیلئے بہت کعبہ قبلہ قراپائی ہے اصابت عین کی ہرگز تکلیف نہیں ولہذا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بلا و متعجب بلکہ ملک بھر کے لئے ایک ہی قبلہ قرار دیا، ملک عراق کے واسطے باتباع ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فرمان فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ نے بین المشرق والمغرب قبلہ مقرر فرمایا، اگر کرام نے ہمارا، سمرقند، نعت، ترمذ، بلخ، مرو، بخارا وغیرہ کا قبلہ مستطرا سس العقرب بنایا بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس وغیرہ تمام ملک شام کا قبلہ ستارہ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان وغیرہ میں نہر شمش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے ملک عراق میں سید سے (دائیں) شانے، ملک مصر میں باتیں کند سے، ملک یمن میں منہ کے سامنے باتیں کو ہٹا ہوا فرمایا۔ امام فقید ابو جعفر ہندو دانی نے بغداد مقدس و ہمارا شریف کا قبلہ ایک بتایا۔ علمائے خراسان و سمرقند وغیرہ بلا و شریعہ کے لئے جن میں ہندوستان بھی داخل بن المغیرین قبلہ ٹھہرایا۔ امام اعلیٰ فقید النفس قاضی خان رحمہم اللہ تعالیٰ نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے دربارہ قبلہ چھ قول نقل فرمائے، بیانات النفس صغریٰ کو جس کی نفس کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان پر لے کر قدرے باتیں کو پھرنا ستارہ قطب کو سید سے (دائیں) کان کے پیچھے لینا مستطرا سس العقرب کی طرف مڑ کرنا، آفتاب جب بروج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر طوطا رکھنا مستطرا سس العقرب کے درمیان بین المغیرین کے فاصلے سے دو ٹکٹ دہنے ایک باتیں کو رکھنا۔ اور فرمایا کہ یہ سب اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا مبنی وہی ہے کہ اعتبار بہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی بچا آلات کا پشارا خیالات کا پشتار اکھول کر بیٹھے تو ہرگز

نہ ان شہروں کا قبلہ ایک پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہرا سکتا ہے مگر وہ نہیں جانتا مگر یہ یوں تدقیق آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین صحیح سہل ہے والحد للہ سب العلمین قال حبلى الله تعالى عليه وسلم إنا أمة لا نكتب ولا نحسب (تمام غریباں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم اُمتی آمت ہیں نہ کچھ ہیں نہ حساب رکھتے ہیں۔ ت، فتاویٰ خانہ میں ہے،

جہت کعبہ دلیل کے ذریعہ پہچانی جاسکتی ہے اور دلیل شہروں اور دیہاتوں میں وہ محراب ہیں جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے قائم کئے، صحابہ نے جب عراق کا علاقہ فتح کیا تو انہوں نے وہاں کے لوگوں کو مکہ مشرق و مغرب کے درمیان جہت کعبہ مقرر کی اس لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عراقی مغرب کو اپنی دائیں طرف اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کر لے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی اتباع میں کہا ہے جس میں ہے کہ جب تم مغرب کو اپنی دائیں اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کر لے تو ان کے درمیان اہل عراق کا قبلہ ہے۔ اور جب صحابہ نے خراسان فتح کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے قبلہ موسم گرما کے مغرب اور موسم سرما کے مغرب کے درمیان قرار دیا۔ پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے اہل رے کے لئے قبلہ کا تعین کرتے ہوئے جہت پریشی والی پرزور یا ر مشدّد کے ساتھ یعنی جُذُی الفزقیہ اس ساتویں ناقد سائے کا نام ہے جو نیش صغریٰ کے آخر میں ہے ۱۳ علامہ عابد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ (ت،

جہۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقری المحاسریب التي تصبہا الصحابة والتابعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم فحين فتحوا العراق جعلوا قبلۃ اهلها بين المشرق والمغرب لذلك قال ابوحنيفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان كانت بالعراق جعل المغرب عن يمينه والمشرق عن يساره وهكذا قال صاحبہ اللہ تعالیٰ واما قال ذلك لقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا جعلت المغرب عن يمينك و المشرق عن يسارك فما بينهما قبلۃ لاهل العراق وحين فتح خراسان جعلوا قبلۃ اهلها ما بين مغرب الصيف ومغرب الشتاء فعلن اتباعهم وقت ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انه قال ف قبلۃ اهل السوی اجعل الجُذُی علی منكبك عت بضم النجم وفتح الدال وتشديد الياء ای جُذُی الفزقیہ اسم النجم الثاقب السابع فی آخر النش صغریٰ ۱۲ العلامة حاصد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ

الايمان واختلف المشايخ رحمهم الله تعالى فيما سوى ذلك من الاضمار، قال بعضهم اذا جعلت بناات فعش الصغرى على اذنك اليسرى يمينك وانحرقت قليلا الى شمالك فذلك القبلة، وقال بعضهم اذا جعلت الجذوى خلف اذنك اليسرى فذلك القبلة وعن عبد الله المبارك وابي مطيع وابي معاذ وسلم بن صالح وعلى ابن يوسف رحمهم الله تعالى انهم قالوا قبلتنا العقباء وعن بعضهم اذا كانت الشمس في برج الجوزاء ففي آخر وقت الظهور اذا استقبلت الشمس بوجهك فذلك القبلة وعن القسبية ابى جعفر رحمه الله تعالى ان الله قال اذا قامت مستقبل الغارب فالنيران واقم بسقوطه يكون بحداء منكبك الايمن والنيران تسقط في وجهك بحداء عينك اليسرى فالقبلة ما بينهما، قال قبله بخاراهى على قبلتنا، وعن القاضى الامام صدر الاسلام قال القبلة ما بين النسرين، وعن الشيخ الامام ابى منصور الهاريزى رحمه الله تعالى انظر الى مغرب الشمس في اطلول ايام السنة ثم في اقصر ايام السنة ذاع الثلثين عن يمينك والثلث عن يسارك فالقبلة عند ذلك وهذا الاقويل بعضها قريب من بعض اه مختصرا -

فرمایا: جدی (دستارہ) کو اپنے بائیں کاندھے پر کرو۔ ان کے علاوہ دیگر شہروں کے باشندے مشائخ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جب بناات نعش صغریٰ کو اپنے دائیں کان پر کرتے ہوئے تھوڑا سا اپنی بائیں طرف پھر جاؤ یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ جدی (دستارہ) کو جب اپنے بائیں کان کے نیچے کر لے تو یہ تیرا قبلہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مبارک ابو مطیع، ابو معاذ، سلم بن سالم اور علی بن یونس رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا قبلہ عقب (دستارہ) ہے۔ اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ سورج بڑا جوازیں ہو تو ظہر کے آخری وقت میں جب تو سورج کی طرف اپنے چہرے کو پھیر لے تو یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور فقیر ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو چہرہ انما جب کے سامنے کی طرف کرو تو نسا واقع تمہارے دائیں کاندھے کے برابر نسا طر چہرے میں تمہاری دائیں آنکھ کے مقابل ہوگا جو ان کے درمیان ہو وہ قبلہ ہے، فرمایا اور پھر اکا قبلہ ہمارے ہی قبلہ پر ہے۔ اور امام قاضی صدر الاسلام کا قول ہے کہ قبلہ دو نون نسرین کے درمیان ہے۔ شیخ الاسلام ابو منصور ہاریزى رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سال کے بڑے دنوں میں سورج کے مغرب کی طرف دیکھو اسی طرح سال کے چھوٹے دنوں میں دیکھو پھر اپنی دائیں جانب سے دو تھائی اور بائیں جانب سے ایک تھائی چھوڑ دو تو یہ سمت قبلہ ہے۔ یہ تمام اقوال ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور مختصرا

معراج الدرایہ و فتح القدر علیہ میں ہے :

ولذا وضع العلماء قبلة بلد وبلدین و بلاد
على سمت واحد فجعلوا قبلة بخارى و
سمرقند و نسف و ترمذ و بلخ و مرو و
سرخس موضع الغریب اذا كانت الشمس
في آخر الميزان و اول العقب كما اقتضته
الدلائل الموضوعه لعصره القبلة و لم
يخرجوا نکل بلد سمتا لبقاء المقابلة و التوجه
في ذلك القدر و نحوه من المسافة .

پتے و علیہ و بحر و رودات و غیرہ میں ہے ،
الجُدی اذا جعله الوقت خلف اذ نه اليسی
كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة
و بغداد و همدان و قرین و حلب و سمرقند و
جرجان و ما و الاها الى نهر الشاش و يجعله
من بمصر على عاتقه الایسر و من بالعراق
على عاتقه الایمن و باليمن قبالة المستقبل
مما يلي جانبه الایسر و بالشام و داء .

فتاویٰ غیرہ میں ہے :

و ذکر بعضہم ان اقوی الادلة القطب فیجعلہ
من بالشام و داء و الوصل و نابلس

اسی نے علمائے ایک شہر ، دو شہر یکہ متعدد شہروں کا
قبلہ ایک ہی سمت مقرر کیا ہے مثلاً بخارا ، سمرقند ،
نسف ، ترمذ ، بلخ ، مرو ، سرخس کا قبلہ موضع غروب
(مستقر اس العقب) قرار دیا جبکہ شمس آخر میزان
اور اول مقرب میں ہو جیسا کہ معرفت قبلہ کے لئے وضع کردہ
دلائل اسی کا قیاس کرتے ہیں اور ہر شہر کے لئے الگ الگ
سمت مقرر کی کیونکہ اس قدر اور اسی جیسی مسافت
میں مقابلہ اور توجہ الی الکعبہ باقی رہتی ہے ۔ (ت)

جب کھڑا ہونے والا جدی (قطب ستارہ) کو اپنے دائیں
کان کے پیچھے کر لے تو اب اس کے سامنے سمت قبلہ ہے
اگر وہ کوثر ، بغداد ، قرین ، طبرستان ، جرجان اور
اس کے قریب و جوار نہر شاش تک کے علاقے میں
رہنے والا ہو تمام علاقوں کا قبلہ یہی ہے ، مصر میں رہنے
والا جدی (ستارہ قطب) اپنے بائیں کانڈے پر کر لے
عراقی و امین کانڈے پر کر لے ، یعنی اپنے سامنے کی اس
جانب کرے جو بائیں جانب سے متصل ہے اور شامی
اپنے پیچھے کی طرف کر لے ۔ (ت)

بعض علمائے فرمایا کہ سب سے قوی دلیل قطب (ستارہ)
ہے تو اہل شام اسے پشت کی طرف کریں ، رمل ، نابلس ،

لے فتح القدر باب شروط الصلوة
لے البحر الرائق

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۳۵/۱
ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۵/۱

وبیت المقدس من جملة الشام کد مشق
وحلب وجوز لکل الاعتماد علی القطب
وجعله خلفه ولا بد فی ذلك من نوع
انحراف لاهل ناحیة منها لکنه لا یضر
کما قررنا ۱۱۲

بیت المقدس سب ملک شام کے حصے میں جیسا کہ دمشق
اور حلب اور ان کے بعض حضرات ان تمام کے لئے
قطب ستارے پر اعتماد کو جائز قرار دیا ہے جبکہ وہاں
کے رہنے والا اسے اپنے چمچے کر کے علائکہ اس صورت
میں یہاں سے ایک جانب رہنے والوں کیلئے کچھ نہ کچھ

انحراف ضرور لازم آئے، لیکن یہ انحراف نقصان دہ نہیں جیسے کہ ہم اس کو بیان کر آئے۔ (ت)
اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں ستارہ قطب دہانے شانے پر لیا گیا ہے اور قدیم سے عام مساجد اسی
سمت پر نہیں کہ بین المغربین کا واسطہ مغرب اعتدال تھا اور اس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے
اور اُس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر (قدر سے انحراف) مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا، یہ مدعیان
ہیات گجے کو عام بلاد ہند یہ شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقف ہے۔ ہندوستان آٹھ درجے
عرض شمالی سے پچیس درجے تک آباد ہے اور طول شرقی چھ یا سٹھ درجے سے بائیس تک۔ یہ بھی ہندوستان
کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد میں اسم بلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم۔ ہم نے اپنے رسالہ کشف الغلۃ عن سبل القبلة (۱۸۲۶ء) میں براہین ہند سید سے
ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرزمین و غیرہ سے تیس درجے چونتیس درجے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن
میں مدراس، حاطہ بمبئی، حیدر آباد کا علاقہ وغیرہ داخل ہیں، سب کا قبلہ نقطہ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے
ستارہ قطب دہانے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انیسویں درجہ عرض سے اخیر شمالی ہند تک
جس میں دہلی، بریلی، مراد آباد، میرٹھ، پنجاب، بلوچستان، سکاپور، قلات، پشاور، کشمیر وغیرہ داخل ہیں سب
کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے، قطب سیدھے کندھے سے پشت کی طرف میلان کرے گا۔ دلیل کی رو سے یہ عام حکم
سارے تیس درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لئے بعد طول درکار ہے ہندوستان
اُس طول و عرض پر آبادی نہیں ۲۳۔ ۳۴ سے ۲۸ تک جتنے بلاد کثیرہ ہیں اُن میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی، کسی کا خاص
نقطہ مغرب کی طرف، علی گڑھ اسی قسم دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے۔ ہم نے اُس رسالے میں عرض الہل سے

عہ ہھنا سقط ۱۱۲ العلامۃ حامد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں کچھ عبارت ساقط ہوگئی ۱۲ علامہ صاحب زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ (ت)

عرض الہم یا تک ایک ایک دقیقہ کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض چرب اتنا طول ہو تو قبل ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا اس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور کے مطابق ہے یا نہیں عام قلم آمد اسی حکم واحد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدود شرع سے باہر نہیں، بالکل یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذات قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں تو جہت اب بھی حاصل، بہر حال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل، اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل۔ غرض اُس بے معنی فتوے کی جہات کہاں تک لگنے ہم اصل حکم شریعہ بتوفیق اللہ تعالیٰ واضح کریں کہ عید گاہ مذکور ضرور حدود و شریعہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر وقت، فاقول و عاتقہ فی الا باللہ علیہ توکل و الیہ انیب (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ ت)

افادہ اولیٰ: جہت قبلہ کی حد کیا ہے کہ جب اس سے باہر جہت سے باہر ہو، اس بارے میں مہارت علماء متعدد وجوہ پر پائی گئیں۔

اول جب مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی۔ فتح القدیرو بحر الرائق و خیرہ و موطاوی و رد المحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں یہاں اور نیز مسئلہ اقتدار بالشافعی میں ہے،

الاتحراف المعقدان یجادوا فی المشارق والی
المغارب فی الخیرۃ بعد ما قد منا
عنه فی الا یزاد السابع وعند تحقیقنا بالخطا
نزال الغطاء وهو فی اختلاف الجهة بحیث
یکون متجاوزا للمشارق الی المغارب۔

مطہرۃ نماز و احوال و احوال جرم مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو۔ اور فتاویٰ خیرہ میں اس گفتگو کے بعد جریٹے ایراد میں بیان کر چکے، ہے جب یہیں خطا کا تحقیقی ثبوت مل گیا تو یہ وہاں لگایا یعنی کوئی اشکال نہ رہا، وہ یہ ہے کہ جہت کبر و کلف ہو جاتی ہے جب مشارق و مغارب سے متجاوز ہوں (یعنی مشارق مغارب بدل جائیں)۔ (ت)

اور اُس کی تائید اُنس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ترمذی نے کہا میں صحیح ہے حاکم نے کہا بشرط تجارتی و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہابین المشرق والمغرب قبلۃ مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ امام مالک موطا اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق مصنفات

۲۸۵/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب شروط الصلوۃ	سہ البحر الرائق
۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الصلوۃ	سہ فتاویٰ خیرہ
۴۶/۱	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	باب ما جاز ان یمن المشرق والمغرب قبلہ	سہ جامع الترمذی

اور پہلی سن اور ابو العباس احمد اپنے جو زمینیں میں رومی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: صاہب
المشوق والمغرب قبلۃ (مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ ت) جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام
مثلاً امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ جاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور
کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

اذا جعلت المغرب عن يمينك والمشرق عن
يسارك فما بينهما قبلۃ (اذا استقبلت القبلة)
جب تو مغرب کو اپنے بائیں پرے اور مشرق کو بائیں
پڑا تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے، اس وقت تو قبلہ
ہو گیا۔

اقول عبارت مذکورہ علماء سے ظاہر ہے کہ جب تک منہ کرنے کے عوض میٹھ کر نہ ہو کہ قبلہ
مغرب کو ہے یا مشرق کو منہ کرے یا بالعکس، اُس وقت تک استقبال فوت نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا
جنوب یا شمال کو منہ کر کے کھڑا ہو یعنی کعبہ کو ٹھیک دشمنی یا بائیں کرہٹ پر سے تو بہت ہنوز باقی رہی اور یہ ظاہر الفساد
ہے پہلو کرنے کو کوئی منہ کرنا نہ گایہ قَوْلِي وَجْهَكَ (پس اپنا چہرہ اقدس پھیرے۔ ت) کے عوض وَلِيْ جَنْبِكَ (اپنا
پہلو مبارک پھیرے۔ ت) رہے گا اور وہ بالا اجماع باطل ہے ولہذا قول تلمیذ یہ اذا اتينا من اوتيا مسرت جوسرت
(اگر دائیں یا بائیں پہلو کو توجہ کرے۔ ت) کی تاویل کی طرف درختا میں اشارہ فرمایا درختا میں اس کی شرح کی،
ایلیس المراد منه ان يجعل الكعبة عن يمينه
اولیسا؟ اذ لا شك حينئذ في خروجه عن
الجهة بانكليه بل المراد الانتقال عن عين
الكعبة الى اليمين او اليسار اه ملخصاً۔
یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ کعبہ کو دائیں یا بائیں کرے
کیونکہ اس صورت میں وہ بلا شک بہت کعبہ سے
تخل جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عین کعبہ سے
دائیں یا بائیں طرف منتقل ہو جائے (ملخصاً) (ت)

اگرچہ یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ اپنے یہاں کے قضا یا طرابعات اربعہ کے اعتبار سے اقی بلد کے دو نصف کئے جائیں، قبلہ
اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزابِ رحمت ہے) تو جنوبی شمالی اور اگر مشرق یا
مغرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اُس کا قبلہ بابِ کعبہ و مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے) تو شرقی مغربی

۱/۲	مطبوعہ دار مادر (بیروت)	کتاب الصلوٰۃ	لہ السنن الکبریٰ
۴۶/۱	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ	لہ جامع الترمذی
۲۱۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابائی مصر	مبحث فی استقبال القبلة	لہ رد المحتار
۴۱۹/۱	" " "	" " "	لہ " " "

پھر جس نصف میں کعبہ ہے مثلاً اس میں کسی طرف منہ کر کے استقبال ہو جائے گا اور دوسرے نصف کی طرف منہ کیا تو بہت سے نکل جائے گا یہ سب سے بھی زیادہ ظاہر اعلان
استہارہ قبلہ میں صحیح ٹھہرتی ہے۔ فرض کرو
(۱) نقطہ مغرب سے نقطہ مشرق ہے تو ب ا ح
میں واقع تو متصل نقطہ ط کی طرف منہ کرے



مگر قطعاً اس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو غماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً استقبال میں
بلکہ معنی میں کہ ایک خط مستقیم موضع وصل و عمل کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عود ہو جائیں میں دائرہ افق
تک ملا دیا جائے اس عود سے جو افق کے دو نصف ہو۔ نہ ان میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے
پس صورت مفروضہ میں تصویر رسمت یہ ہے
پر عود تو س ح کے ط میں قبلہ سے
ایراد اول ہنوز باقی ہے کہ ظاہر پر نقطہ ط
اور شک نہیں کہ ح ط درکار ال کی طرف
استقبال و لہذا علامتوں سے شکل



کہ اس سے مراد صرف وہ حصہ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہو اسے کعبہ سے کچھ بھی مجازات و مسامتت باقی ہے اگرچہ
تقریباً نہ کہ جس نقطہ کو چاہو منہ کرو۔ منہ الخاقی میں ہے،

قوله وفي الفتاوى الانحراف المقصد ان
يتجاوز العشارق الى المغاسب ، كذا انقله
في فتح القدير وهو مشكل فان مقتضاها ان
الانحراف اذا لم يوصله الى هذا القدر
لا يفسد الخ۔

علیہ میں فرمایا،

مرقبۃ اهل المشرق المغرب عندنا،
ش هذا في الذخيرة (الحی ان قال) ثم

تقریباً باقی رہے۔ تقریب کا معنی یہ ہے کہ کعبہ یا ہوائے کعبہ سے تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکعبہ مقابلہ زائل نہ ہو، بایں طور کہ چہرہ کی سطح کعبہ یا ہوائے کعبہ کی سمت باقی رہے بلکہ

ایسے انحراف میں کوئی عرج نہیں جس سے تقابل بالکعبہ ختم نہ ہو بایں طور کہ سطح چہرہ کا کچھ حصہ کعبہ کی جانب باقی رہے۔ (ت)

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ عین کعبہ سے اتنا تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکعبہ مقابلہ ختم نہ ہوتا ہو تو نماز جائز ہو، ظہیر یہ گاہ کہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے، جب انسان قیام میں قیاس سر ہو گیا تو نماز پڑھتے کیونکہ انسان کا چہرہ گمان کی طرح گول ہے تھوڑا سا دائیں بائیں ہٹنے سے اس کی کوئی ایک جانب قبلہ رخ باقی رہے گی (ت)

تو اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑا انحراف نقصان دہ نہیں وہ تھوڑا انحراف یہ ہے کہ چہرہ یا چہرہ کی کوئی ایک جانب عین کعبہ یا ہوائے کعبہ کے مقابل باقی رہے بایں طور کہ چہرہ یا اس کی کسی ایک جانب سے نکلنے والا خط کعبہ یا ہوائے کعبہ کی طرف مستقیم (سیدھا) ہو کہ گزرے یہ ضروری نہیں کہ نکلنے والا خط سیدھا

المقرب ان یکون منحرفاً عنها او عن هوائها بما لا تزول به المقابلة بالکعبۃ بان یبقی شیء من سطح الوجه مساوياً لها و لهوائها مخصصاً جامع الزمر میں ہے :

لا بأس بالانحراف انحرافاً لا تزول به المقابلة بالکعبۃ بان یبقی شیء من سطح الوجه مساوياً للكعبۃ درمیں ہے :

فیعلم منه انه لو انحرط عن العین انحرافاً لا یزول به المقابلة بالکعبۃ جائزاً یؤید ما قال فی الظہیریۃ اذا قیام من اوتیاسریجن لان وجه الانسان مقوس فعند القیام او التیاسریکون احد جوانبه الى القبلة

رد المحتار میں ہے :

فعلم ان الانحراف اليسیر لا یضر وهو الذی یبقی معه الوجه او شیء من جوانبه مساوياً لعین الکعبۃ او لهوائها بان یشترط الخطف من الوجه او من بعض جوانبه ویمر علی الکعبۃ او هواءها مستقیماً ولا یشترط ان یکون الخط الخارج علی استقامۃ خارجاً من

۲۸۴/۱

مطبوعہ مجتہاتی دہلی

مبحث فی استقبال القبلة

رد المحتار

۱۳۰/۱

مطبوعہ کتبہ قاموس ایران

باب شروط الصلوة

رد المحتار

۶۰/۱

مطبع احمد کمال الکائن فی دار السعادت بیروت

باب شروط الصلوة

شرح غرر الاحکام

جبهة المصلى بل منها او من جوانبها كما دل
عليه قول الدرر من جبين المصلى فان
الجبين طرف الجبهة وهما جبينان وعلو
ماقهرناه يحمل ما في الفتح والبحر عن
الفتاوى من ان الانحراف المفسدان يجاوز
المشارق الى المغارب ^ب

نمازی کی پیشانی سے خارج ہو بلکہ پیشانی یا پیشانی کے کسی
ایک حصہ سے خارج ہو جیسے کہ اس پر درر کے یہ
الفاظ دل ہیں، وہ خط نمازی کے جبین سے خارج ہو،
کیونکہ جبین پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں اور اس
کے دونوں طرف دو جبین ہوتے۔ یہ جو ہم نے گفتگو
کی ہے اسی پر اس کو محمول کیا جائے جو فتح القدیر

اور بحر رائق میں فتاویٰ سے منقول ہے، یعنی مقصد نماز وہ انحراف ہے جس سے مشارق مغارب بدل جائیں (ت)
اقول وبالله التوفيق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تمام کتب مذکورہ میں شنی من

سطح الوجه (سطح چہرہ کا کچھ حصہ۔ ت) کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک
سب سطح وجہ ہے ولہذا یابین العذارۃ الاذن (رخسار اور کان کا درمیان فی حصہ۔ ت) کا دھونا بھی وضو میں فرض
ہوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ افق کی محاذات پر کھڑا ہو تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف اثرۃ افق
کو گھیرے گی تو ریل دور تک پھر نہاروا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو مڑنے کے لئے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے
متصل جو سطح وجہ یعنی کٹٹی کا حصہ ہے ضروری فتاویٰ کعبہ ہے حالانکہ وہ اباحت قیامین یا قیام سر نہ کہ مستقبل کو اس
قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعاد شدہ بدلہ زم جو عبارت اولیٰ پر تھا اور علیہ رد المحتار کے اول کو اس میں کئے گئے تامل کرنا
حیث قال فی الحلیۃ اوقتریباً علی ما ذکرنا
وما ذکرہوہذا القول الثانی من بقاء شنی من
سطح الوجه مسامتاً وسمعت أفتا قول
الشافعی۔

اصل نافع نہ ہو اگر یہ کلام سبھی اپنے ظاہر پر استنباطی وسیلے سے جتنا قول اول تھا اور یہ زمانہ قابل اعتبار نہ مراد علماء ہوں
کا سزاوار، مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب و شمال کو مڑ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین
درجے مغرب کو پھر اسی مائیںہ کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اس
کا منہ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبہ معککہ کو، حالانکہ اُس کی سطح کی وجہ سے بعض جو بلاشبہ بہ مسامت کعبہ ہے
نعم سائیت الفاضل عبد الحلیہ السرومی من ہاں میں نے دو بحثائی کے علماء میں سے عبد العلیہ رومی

علماء الدولة العثمانية ذكر في حاشيته على
الدرر تعقيد عباسر تھا حدیث قال اقول
يكون احد جوانبه الى القبلة لا يريد به نوال
الطرف الاخر عن المقابلة بالكلية كما ظن
بل المراد مقابلة طرف بجهة مقابلة شئ من
سطح الاخر مما كما هو المضموم من
المنبع اه اقول لم يذکر عبارة المنبع
حتى ينظر فيها وهو مع مخالفته لظاهر
الدرر لا يلائم نص عامة الكتب
المذكورة من الاجتزاء ببقاء شئ من
سطح الوجه مما فانها صريحة
في عدم الحاجة الى مساواة
ما في الباقي اصل بل اقول
لعلك انت امتعت النظر لم تراه
يرجع الى صحة ذات المساواة
لا بد لها من مقابلة حقيقية
في الحقيقة لوسط الجبهة و
في التقريبية شئ من الاطراف
اما اذا كانت مقابلة الحقيقية اصلا
فلا مساواة فلا استقبال فلا صلوة والمقابلة
انما تكون بالتحال الخط قوائم الا ترى
ارجح ان سطح المقابل بوجه يواجه
اما فلا مساواة لعدم الاتصال على قوائم

کو دیکھا جنہوں نے در پر اپنے حاشیہ میں ان کی عبارت کو
مقید ذکر کیا ان کی عبارت یہ ہے قوله يكون احد
جوانبه الى القبلة (کوئی ایک قبلہ کی طرف ہو) اس سے
ان کی مراد یہ نہیں کہ دوسری جانب بالکل مساوات قبلہ
ختم ہو جائے جیسا کہ گمان کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مراد
یہ ہے کہ ایک طرف کچھ مٹا دی ہو اور دوسری کی سطح
کا کچھ مساوات ہے جیسا کہ متن سے ہی مفہوم ہوا ہے اور
اقول (میں کہتا ہوں) انہوں نے متن کی عبارت ذکر نہیں
کی تاکہ اس پر غور کیا جاسکے اور ان کا یہ قول ظاہر درر کے
مخالفت ہے اور اس سے نسبت بھی نہیں لکھا نیز عبارت
مذکورہ کے نص میں بھی خلاف ہے کیونکہ کتب مذکورہ سطح و جہ کے
کسی حصہ کے سمت قبلہ میں ہونے کو کافی قرار دیا ہے
یہ اصل بات کی مراد ہے کہ باقی حصہ کا مساوات و
مٹا دی ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ بل اقول (بلکہ میں
کہتا ہوں) اگر تو غور و فکر کرے تو تو اس قول کو صحیح
نہیں پائے گا کیونکہ مساوات حقیقی کے لئے حقیقتہً
وسط پیشانی مقابل ہونا ضروری ہے اور مساوات
تقریبی کے لئے پھر کسی ایک طرف کا مقابل ہونا کافی
ہے پس جب مقابلہ حقیقی اصلاً ختم ہو گیا تو اب نہ مساوات
ہی نہ استقبال قبلہ رہا نہ نماز درست ہوگی۔ اور مقابلہ
قائم پڑنے کے احوال سے بذاتہ ہے۔ آپ نہیں دیکھتے
ارجح میں کہ سطح مقابل ہے بیکہ اوج کے برابر ہے
لیکن یہ بات کے قائلوں پر عدم اتصال کی وجہ سے کہ

مسامت نہیں ہے اور یہ بات مسلط کے ہوتے ہوئے
متکوس میں قطعاً نہیں ہوگی مگر نقطہ واحد سے
تحقیقاً اور بعض دوسرے نقاط متصل سے تقریباً۔

پس اولاً تو یہ ہے کہ ایک طرف کا مقابلہ دوسری
پر ممکن ہی نہیں البتہ محاذاً ہو سکتا ہے۔

دو ثانیاً جب ایک طرف قوس مسلط کے
مقابل ہو تو اس کی دوسری طرف کے کسی نقطے کا اس
کے مقابل ہونا محال ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے
کہ مسامت قوس جو ٹکنے والے خارجی عمود ہیں ان میں
سے فقط دو جہت واحدہ کی طرف متصل نہ ہوں گے ،
آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ تمام کے تمام عمود مرکز سے نقاط
قوس کی طرف یا ان کی سمتوں پر ٹکنے والے خطوط ہی ہیں اور
تمام کے تمام مرکز پر مل رہے ہیں ، ان میں سے اگر دو
مقابل کے ساتھ متصل ہو جائیں جیسے کعبہ یا وہ خط
جو کعبہ کے ساتھ عرضاً افق کی طرف گزر رہا ہے اور
ہر ایک اس پر دو قلعے پیدا کر دے اور ہم ان کے
درمیان اتصال کر دیں تو ایک مثلث میں دو قائموں کا
اجتماع لازم آئے گا جو محال ہے پس تدبر کرو۔ (ت)

معلوم وسط راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بنا سے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں یہ جہاں تک
پہنچیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام
غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ رفقا زانی نے شرح کشف پھر علامہ مرمولی خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں
نے اُس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسط میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی
کہ قائمہ ہو ، درر میں اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کر کے فرمایا ،

یا ہم کہتے ہیں جہت قبلہ یہ ہے کہ کعبہ واقع ہو درمیان
ان دو خطوں کے جو وسط راس (دماغ) میں ملتے ہوئے

بہرہ وہو لا یكون لمقوس قط مع مسطح
الامن نقطة واحدة تحقیقاً وبعض نقاط
مجاورة اخرى تقریباً۔

فاولاً لا امکان لمقابلة طرف بکله
الامکان۔

دو ثانیاً اذ تقابل طرف من قوس
مسطح استحال ان یقابله شئی من طرفها
الاخر لما قد صان الاعمدة الخارجة
من مسامات القوس لا یكون اثنان
منها الى جهة واحدة قط الم تعلم
ان تلك الاعمدة كلها هي الخطوط
الخارجة من المركز الى نقاط القوس
او على سموتها وكلها تتشعب على المركز
فان القوس اثنان منها بمقابل کالکعبه او
الخط الخارج بها عرضاً الى الافق و احداث
کل علیه قائمتین ووصلنا بیتھما اجتماع فی
مثلث قائمتان و هو محال
فتبصر۔

معلوم وسط راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بنا سے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں یہ جہاں تک
پہنچیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام
غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ رفقا زانی نے شرح کشف پھر علامہ مرمولی خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں
نے اُس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسط میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی
کہ قائمہ ہو ، درر میں اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کر کے فرمایا ،

اونقول هو ان تقع الکعبه فیما بین
خطین یلتقیان فی الدماغ

دونوں آنکھوں پر گزریں جیسے مثلث کی دو مساقیں ہوتی ہیں
اسی طرح علامہ نقض زانی نے شرح کشف میں بیان
کیا ہے۔ (د)

فیخرجان الی العینین کساقی مثلث
کذا قال النحرید التفاتنا فی
شرح الکشاف ط

شرح نقض علامہ برجندی میں ہے :

معنی التوجه الی جهة الکعبة هوائ
تقع الکعبة بین خطین یخرجان من
العینین یتلاقا فاما داخل السراس
بین العینین علی زاویة قائمة کذا ذکره
الامام الغزالی فی الاحیاء ثم قال
البرجندی فعلى هذا لو وصل
الخط الخارج من العینین الی جدار
الکعبة یقع علی حادة او منفرجة لم یکن
مقابلا للکعبة وهو لا یخلو عن بعد الله

اقول هذا عجیب من مثل ذلك
الجهید المبرر فی الفنون الهندسیة .
فاولاً انما قال الامام ان تقع
الکعبة بین الخطین لان یصل شئ منهما
الی جدار الکعبة .

وثانیاً انما قال یتقیات بین
العینین علی قائمة لا علی ان یتصل احدهما
بالکعبة فیحدث هنالك
قاسمتین ولذلك افرد

جہت کعبہ کی طرف توجہ (منہ) کرنے کا معنی یہ ہے کہ
کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں
سے نکلیں اور جہاں ان کی دونوں طرفیں وسط راس
میں دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ملاتی
ہوں۔ امام غزالی نے ایسا راہِ علوم میں اسے اسی طرح
ذکر کیا ہے۔ پھر علامہ برجندی نے کہا اس بنا پر اگر
آنکھوں سے نکلنے والا خط کعبہ کی دیوار کی جانب ملے گا
تو زاویہ حادہ یا زاویہ منفرجہ پر واقع ہوگا تو یہ کعبہ کے
مقابل نہ ہوگا اور وہ سے خالی نہیں ہے

اقول (میں کہتا ہوں) فزون ہندسہ کے
ایسے عظیم اور مہر شخص سے ایسا قول بڑا عجیب نہیں ہے۔
فاولاً اس لیے کہ امام غزالی نے صرف یہ کہا کہ
کعبہ دو خطوں کے درمیان واقع ہو، یہ نہیں کہا کہ
آنکھوں سے نکلنے والا خط دیوار کعبہ سے متصل ہو۔

ثانیاً اس نے کہا انہوں نے یہ کہا کہ دونوں
خطوں کا اتصال دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ
قائمہ پر ہو، یہ نہیں کہا کہ ان میں سے ایک کا اتصال
کعبہ کے ساتھ ہو کہ پھر وہاں سے دو زاویے قائمے

القائمة -

پیدا ہونے اسی وجہ سے قائمہ بطور مغرور ذکر کیا۔

اقول وبما قرنا ظہر قلقل

ما قال الفاضل الحلیمی اقتدی فی حاشیۃ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلاً کما هو المشاهد عند انحراف التوجہ اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا یساغ شمع لظول وقصر ولاداعی الی قطعہما علی حد وانما النظر الی الفضاء الحاصل بینہما ان تقع الکعبۃ فیہ ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہماری اس تقریر سے وہ اضطراب اور حیرت کی بھی ظاہر ہو گئی جو کہ فاضل حلیمی آفندی نے اپنے حاشیہ در میں پیدا کی ہے انہوں نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلنے ہوں اگرچہ ان دو خطوں میں ایک طویل ہو جیسا کہ انحراف توجہ کے وقت مشاہدہ میں آتا ہے۔ کیونکہ دونوں خط جب افق کی طرف ممتد ہوتے ہیں تو وہ ان نہ طویل و قصر رہتا ہے اور نہ ہی کسی حد پر دونوں کے قطع کا کوئی داعی ملتا ہے اس صورت میں ان دونوں کے درمیان حاصل ہونے والی فضا درمیان نظر اس طرح ہوتی ہے گویا کعبہ اسی فضا میں واقع ہے۔ (ت)

اقول اس قول پر یہ خط جو وسط دماغ محاذی عینین سے زاویہ قائمہ بناتے نکلے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حاصل ہوتے ہوگا کیونکہ اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گزرتا ہے اب اگر یہاں یہ معنی لئے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے ہمت کعبہ ہے اس کی طرف توجہ توجہ کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام جوہر الاسلام سے نقل کیا گیا ولہذا امرہ فیہ ولا فی شرحہ اتحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلوۃ (مالا نکریات مجھے احیاء العلوم اور اس کی شرح اتحاف السادۃ کی کتاب اسرار الصلوۃ میں نہیں ملتی) کہ ان دونوں خطوں کا بیان کر کے فرمایا فضا یقع بین الخطین الخامس جین من العینین فہو داخل فی الجہۃ (پس جو دونوں آنکھوں سے نکلنے والے خطوط کے درمیان واقع ہوگا وہ ہمت قبلہ میں داخل ہے۔ ت) تو اس تقریر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اتنی ہی وسعت بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اس کے

ایک خط سے کعبہ متصل ہو سکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً فوٹے درجے انحراف جائز ہو گا اور وہی ایک خفیف ناقابل احساس مقدار کہ ایک سو اسی درجے تک ہمت پھیل گئی اور وہی مخالف نص و اجماع لازم آئی یہ لازم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ معظمہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں ہمت باقی ہے تو یہ نہ ہو گا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کعبہ کی ہمت تو یہ کہ خط اس زاویہ قائمہ کی تنصیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہو گا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہو جائے گا کمالاً یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے - ت) بالملحہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکلیں گے پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ تخم کی طرف راجع ہو جائے گا اور طریق میں پینٹا گن پینٹا لیس درجے تک انحراف جائز ہو گا اور یہ صاف و صحیح ہے بغیر ہے۔

چہ چارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے،

دور میں کہا ہے کہ کعبہ کی ہمت یہ ہے کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے سیدھا اس طرح ملے کہ اس سے دو زاویے قائمے حاصل ہوں اور یہ دو زاویے اسی وجہ سے اور اس کے محل میں اختلاف ہے علامہ شامی نے روا ائمہ میں اس کو تحقیقی سمت پر مرمول کیا ہے، جہاں اس نے اولاً معراج کے حوالے سے ان کے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ تحقیقی مکانی یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی طرف زاویہ قائمہ پر سیدھا خط افق کی طرف فرض کیا جائے تو وہ خط کعبہ یا ہوائے کعبہ پر سے گزرے پھر علامہ شامی نے دور کا کلام نقل کرتے ہوئے کہا کہ دور کا قول "علی استقامۃ" کا تعلق اس کے قول "یصل" سے متعلق ہے اُس لئے کہ اگر وہ خط ٹھیک ہوا کہ کعبہ کو ملے تو پھر "قائمین" (دو قلمے) حاصل نہ ہوں گے بلکہ ان میں سے ایک مادہ اور دوسرا منفرد ہو گا

قال فی الدرر جہتہا ان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط العار بالکعبۃ علی استقامۃ بحدیث یحصل قائماتہ و ہذا ہو الوجه الاول واختلف الاقطار فی محله فحملہ العلامة الشافعی مراد المحتار علی بیان المسامۃ الحقیقیۃ حیث ذکر اولاً عن المعراج عن شیخہ ان معنی التحقيق انه لو فرض خط من تلقاء وجهہ علی مزاویۃ قائمۃ الی الافق یکون مارا علی الکعبۃ او ہوائہا ثم نقل کلام الدرر ثم قال قولہ فی الدرر علی استقامۃ متعلق بقولہ یحصل لانہ لو وصل الیہ معوجا لم تحصل قائمات بل تكون احدھا حادثۃ والاخری منفرجۃ کما بینا ثم ان الطریقۃ

لہ الدرر الکام شرح غرر الاحکام
مبحث فی استقبال القبلة

احمد کامل الکاتب دار سعادت بیروت
مطبوعہ محبت باقی دہلی
۶۰/۱
۲۸۴/۱

التي في المعراج هي الطريقة
الاولى التي في الدرر الا انه
في المعراج جعل المحظ الشافي
ما را على المصلى على ما هو
الطبيادر من عبارته وفي الدرر
جعله ما را على الكعبلة لادتم
صورت الذي في المعراج
هكذا،

ثم صور الذي في المعراج هكذا
(معراج والى صورت)

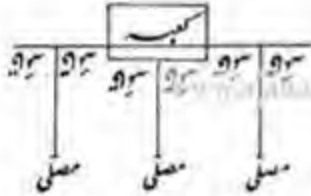


قلت وقد يؤيد هذا الحمل ان
اصل الكلام ملا ما رجحة الاسلام وهو
كما في شرح النقاية هكذا المعنى التوجه
الى عين الكعبه هو ان يقف المصلى بحيث
لو خرج خط مستقيم من عينيه بحيث
يتساوى بعده عن العينين الى جدار الكعبه
تحصل من جانبيه تراويتان متساويتان

له رد المحتار
بحث في استقبال القبلة
باب شروط الصلوة

بیسے ہم بیان کر آئے، پھر معراج والا طریقہ یہ در میں
ذکر کردہ پہلا ہی طریقہ ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ معراج میں
دوسرے خط کو نمازی پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے
جیسا کہ اس کی عبارت سے سمجھا جا رہا ہے۔ اور در
میں اس کو کعبہ پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے۔
اس کے بعد علامہ شامی نے (دونوں کے فرق کو واضح
کرتے ہوئے) ایک معراج والی اور دوسری در والی
تصویر بنائی، (دست)

و الذي في الدر من الوجه الاول هكذا
(در کی پہلی وجہ والی صورت)



میں کہتا ہوں علامہ شامی کے اس حقیقی سمت پر عمل کی تائید
یوں ہوتی ہے کہ امام جہ الاسلام کی اصل کلام جو کہ
شرح النقاہ میں ہے یوں ہے کہ عین کعبہ کی طرف توجہ
کا معنی یہ ہے کہ نمازی یوں کھڑا ہو کہ اگر اس کی دونوں کھوپڑیوں
ایک سیدھا خط اس طرح نکلے کہ جس کا بعد دونوں کھوپڑیوں
دیوار کعبہ تک اس طرح متساوی ہو کہ نمازی کی دونوں سیدھا متساوی آؤں
بن جائیں اور اس کے بعد انہوں نے جہت کعبہ کی

مطبوعہ مجتہبی دہلی
مطبوعہ غفرشی نوکشتور لکھنؤ
۲۸۷/۱
۸۸/۱

طرف توجہ کا معنی وہی ذکر کیا ہے جو ہم قول ثالث
میں ذکر کر آئے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) **اولاً** لیکن علامہ
محشی کے اس عمل میں درج کی عبارت میں جبین کو الجبہ
(پیشانی) کے معنی میں لینا لازم آئے گا اور اس میں کوئی مضائقہ
نہیں کیونکہ تاج العروس والے نے اپنے پیشے کے سولے
سے کہا ہے کہ جبین پیشانی کے معنی میں استعمال ہوتا
ہے کیونکہ ان دونوں میں قریب کا تعلق ہے تفسیر کے قول
میں یہ استعمال پایا گیا ہے جیسا کہ زہیر کے دیوان کے
شاعرین نے تصریح کی ہے پھر ایسا ہی ایک شعر
مفتی کا انھوں نے ذکر کیا۔ لیکن علامہ محشی نے ذکر کی
عبارت میں جبین کا حقیقی معنی مراد لیتے ہوئے اس سے
یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ جبین سے ثابت ہوتا ہے یہ
ضروری نہیں کہ خط نمازی کی پیشانی کے وسط سے نکلے
کیونکہ جبین پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں، اور اس
کے دونوں طرف آؤ جبینیں ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے،
لہذا علامہ کی یہ استدلال والی عبارت جبین کو پیشانی کے
معنی میں لینے والی عبارت کے مناقض ہے۔

اقول، ثانیاً مذکورہ دونوں تصویروں
میں کعبہ کی دیوار کے متوازی درمیانے نمازی کے دائیں اور
بائیں مزید دو نمازی رکھے گئے ہیں جو اس دیوار کعبہ کے
متوازی نہیں ہیں، اور پہلی تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے
خطوط کو درمیانے نمازی پر سے عرض میں گزرنے والے خط

ثم ذکر معنی التوجه الى الجبهة بما قد منا
في القول الثالث -

اقول اولاً لیکن علامہ
المحشی بهذا الحمل حمل الجبین فی
عبارة الصدر علی الجبهة ولا غرو فی
تأجیر العروس عن شیخہ قد ورد الجبین
بمعنی الجبهة لعلاقة المجاورة فی قول
زہیر کما صرحوا به فی شرح
دیوانہ ثم ذکر شعرا مثله للمتنبی
لکن العلامة المحشی رحمہ اللہ
تعالیٰ قد استدلل بوقوع لفظ الجبین
فی عبارة الصدر علی انه لا یلزم
خروج الخط من وسط الجبهة
فان الجبین طرفها و هما
جبینات کما تقدم فیکون هذا
مناقضاً لذلک -

واقول ثانیاً نہ اذ فی تصویریں
مصلیین عن یمین و شمال غیر
معاذ بین للجدار الذی بآثارہ
المصلی الوسطی واقامہ اعمد تہما فی
التصویر الاول علی المار بذلک المصلی عرضاً

ولا شك انهما لا ينتهيان الى الكعبة
بل يتزوران عنها ذات اليمين وذات
الشمال كما صوروا انما كانت شرط في
المعراج ان يسير الخط بالكعبة ، و
في التصوير الثاني اقامتهما على الخط السمار
في امتداد الكعبة غير واقعيتين على
نفس البعيت بل متزاويت عنها كما
مرورهم السدر خطا يسير على الكعبة
ممتداعت جنبهما الى الافق انما
امراد خطا مقتصرا عليهما ليقع مرور
خط الجبين على نفس الكعبة كما في المعراج
والا كيف يكون مسامحة حقيقية مع كون
المصلي معزل عن محاذاتهما فقلت ان
المصليان لا مدخل لهما في تصوير
الحقيقية وكانه سر حمه الله تعالى امراد
ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصوير
التقريبية وقد كان سهلا علينا ان نفرض
المصليين المزدين منتقلين بعدة فرائض
بحديث لا تزول المقابلة لكنه رحمه الله
تعالى سبق الى خاطرنا ان
الشرط في التقريب ان يقف المصلي
على ذلك الخط السمار عوضا بالمصلي
الوسطا في او نقول يقوم بحداء ذلك
الخط العرضي السمار في امتداد الكعبة
بحيث يكون خط جبهة عمودا على

پر ملایا جبکہ یقیناً یہ دونوں خطوط کعبہ کے متوازی نہیں ہوتے
بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گزرتے ہیں جیسا کہ تصویر سے
واضح ہے حالانکہ یہ تصویر معراج والی ہے، جبکہ معراج
میں خط کا کعبہ پر واقع ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، اور
دوسری تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو کعبہ پر
گزرنے والے خط سے ملایا جو عین کعبہ پر نہیں بلکہ کعبہ سے
دائیں اور بائیں گزرتا ہے ہیں جیسا کہ گزرا حالانکہ دوسرے
کعبہ سے گزرا اس کے دونوں جانب سے اُفق کی طرف
نکل جانے والے خط کو ذکر نہیں کیا اس نے صرف وہ
خط مراد لیا ہے جو کعبہ پر ختم ہوتا کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والے
خط کا گزرنے نفس کعبہ پر واقع ہو جیسا کہ معراج میں ہے، ورنہ
نمازی کے متوازی نہ ہونے کے باوجود حقیقی سمت کیسے
پہنچ سکتی ہے، پس معلوم ہوا کہ دائیں اور بائیں جانب
والے دونوں نمازیوں کا حقیقی سمت کی تصویر میں کوئی دخل
نہیں، اس نے معلوم ہوتا ہے کہ گویا محشی رحمہ اللہ تعالیٰ
نے سمت حقیقی کے ساتھ ساتھ قریبی سمت کی تصویر بھی
ژاند بنائی ہے، (قریبی سمت بنانے کے لئے) ہمیں یہ
کہہ دینا آسان تھا کہ حقیقی سمت والے نمازی کے علاوہ
ہم دو نمازی اس سے چند فرسخ کے فاصلہ پر اس طرح
فرض کریں کہ کعبہ سے ان کا تقابل زائل نہ ہو لیکن اللہ
تعالیٰ ان پر رحم کرے محشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں یہ بات
آئی کہ قریبی سمت کے لئے یہ شرط ہے کہ درمیانے
حقیقی سمت والے نمازی پر عرض میں گزرنے والے
خط پر کوئی نمازی کھڑا ہو یا یوں کہیں کہ کعبہ پر سے
گزرنے والے عرضی خط کے متوازی یوں کھڑا ہو کہ اس کی

پیشانی سے نکلنے والا خط نمود بنے خواہ نمازی یا کعبہ پر سے
گزرنے والے ایک خط پر یعنی تصویر میں بنے، یا ان
دونوں پر نمود بنے فرضی طور پر، اس شرط کے پائے جانے
کے بعد مسافت فرض کرنے کی ضرورت نہیں، وہ دونوں
نمازی یا اپنی جست کو محفوظ رکھیں اور بس، دائیں یا بائیں
جہت پھریں وہ مستقل ہو جائیں، اور جس پر خط قائم ہے
یا جس خط کی طرف دونوں نمازی متوجہ ہیں اس کی تختی پر خط کشنا
میں کوئی حد نہیں (بشرطیکہ وہ ان خطوط پر قائم رہیں، جیسا کہ
خود ان کی نفس اس پر آئے گی، حالانکہ دقریٰ سمت کی
بیان کردہ شرط اور اس کے بعد مذکورہ خطوط کی مسافت
کو غیر محدود رکھ کر دونوں نمازیوں کا ان خطوط پر حسب
خواہش مشق ہوگا، یہ دونوں عظیم غلطیاں ہیں ان پر تنبیہ
ضروری ہے کہ اگر کوئی ایسی معاملہ ہے، عاشق خدا! علماء
کو ان کے قلوب کی غلطیاں زبیر نہیں دیتیں، خصوصاً
یہ محقق جس کی قمیسی تحقیقات کے نور سے زمین کے مشرق
و مغرب منور ہو رہے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں لوگوں اس
کے بے مثل اور اہم فوائد کے دستر خواں کے غوشہ چین ہیں
اللہ تعالیٰ اس کو عزت و اکرام کی جزا عطا فرمائے، ہمیں اور
اُسے جنت میں جمع فرمائے اپنی رحمت کے فضل سے جو
اُن پر اور تمام علماء کرام پر ہو، اور ان سب کے مولیٰ و آقا
پر اور ان پر اور ہم پر رحمت و سلام ہو، آمین آمین !
اسے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والے !
یا ذا الجلال والاکرام ! میں تو اس بیان کے سیاق میں
علامہ غلامی کے کلام کو سمجھنے میں حاشیہ لکھنے والوں کو جو
وہم اور ابہام واقع ہوا ہے کو ذکر کروں گا تاکہ مقصود واضح

احدہما ای فی التصویر و علیہما جمیعاً
فی التقدیرو بعد تحقق هذا الشرط
لا تقدیرو بمسافة فلیحفظا جہتہما
وینتقل ما بدا لہما فاذا ن یکون
الخط القائم علیہ او الیہ المصلیان
غیر محدود علی ما مرعہ کما یاق
تخصیصہ و ہاتان نزلتان عظیمتان
یجب التنبہ لہما فان الامر دین
وحاش للہ لا یزری بالعلماء
وقوع بعض نزلات من
اقلہم لا سیمما مثل هذا
المحقق الذی استنار
مشارق الامراض و عفا سرہا
بنور تحقیقاتہ السنیۃ و
تفضل الوقت مثلی علی مواثد
عواثد فواثد الہنیۃ
جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء العز
والاکرام جمع بیننا و بینہ
فی دار السلام بفضل رحمتہ
بہ و بسائر العلماء الکرام علی سیدہم و
مولاہم و علیمہم و علینا الصلوٰۃ والسلام
آمین آمین یا بیدیہ السہوات والامراض
یا ذا الجلال والاکرام فاننا اذ کو فی سیاق
ذلک ما عارض للمحشین من الوہم و
الایہام فی فہم کلام المدق العلام لیتضح

ہو سکے اور بادل کے نیچے سے درشتی کا روشن چاند نمودار ہو سکے۔ واضح ہو کہ وہ ماہر، ملحق جن کی مثل متاخرین میں زمانے نے نہ پائی، میری مراد علامہ علاء الدین محمد مصطفیٰ ہیں، اُن سے اللہ تعالیٰ اپنے کامل لطف و کرم کا معاملہ فرمائے، اُنے یہاں پریش سے ایک ایسی کلام قتل کی جو مختصر ہے اور اس کا معنی منفی ہے۔ پس کہا کہ بہت کعبہ کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی سطح کا کوئی حصہ کعبہ یا اس کی فضاء کی سمت میں اس طرح ہو جائے کہ کعبہ کا حقیقی استقبال کرنے والے کے چہرہ سے ایک سیما خط زاویہ قائمہ پر سے افق کی طرف اس طرح نکلے کہ بعض بلاد میں وہ کعبہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط اس طرح فرض کیا جائے جو پہلے خط کو قطع کرتے ہوئے دو زاویے قائمہ داس اور بائیں طرف بنائے، نتیجہ میں کہتا ہوں کہ درمیں مذکور التیامن والتیاسر کا یہی معنی ہے غور کرنا۔

اقول: میں کہتا ہوں، علامہ غزی نے اپنی جگہ، ”صح تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد“ میں ”بعض البلاد“ سے کوئی بھی بلد ہو، مراد لیا ہے اور اس تنکیر کو لفظ ”بعض“ کا تنکیر سے تعبیر کیا ہے، اور اگر معراج کے قول کی طرح یہ بھی ”هذا البلد“ کہہ کر وہ علاقہ قرار دینے جس کی بہت مطلوبیت تو بہتر ہوتا۔ علامہ مسیح احمد مصری الطحاوی نے علامہ الحسکفی کی عبارت کی، تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اس کا

المرام وینجلی بدرا السداد من تحت الغمام **فَاعْلَمَنَّ** ان الجبۃ المدقۃ الذی قلبہا اکتحل عین الزمان بمثلہ فی الاخیوین اعنی العلامة علاء الدین محمد الحسکفی عاملہ اللہ تعالیٰ بلفظہ الوفی اثر شہنا عن المتح کلاما قصیرا بناہ واستتر معناه فقال اصابة جہتہا بان یبقی شیء من سطح الوجه مسامتا للکعبۃ اولہواء ہا بان یمض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مائرا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمتدہ ویسرق منہ قلت فیہذا **الغزوی** التیامن والتیاسر فی عبارة الدمر قتبصرہ۔

اقول: اراد العلامة الغزی من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی اے بلد کانت فعبرہذا التنکیر بتنکیر بعض ولو قال کقول المعراج فی هذا البلد اعی البلد و المطلوب الجہۃ نکات اولی، قال العلامة السید احمد المصری الطحاوی فی حاشیہ قولہ

قول ”منع“ علامہ نے منع کی جس عبارت کا عوالہ دیا ہے وہ عبارت مفصل ہے جس کو علامہ حنفی نے مختصر کر کے لکھا ہے اس کی عبارت یوں ہے بعض بلاد میں کعبہ کی طرف تختہ قبیہ کی طرح چہرہ کرنے والے کی پیشانی سے ایک خط فرض کیا جائے ، اور کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں و بائیں ایک اور خط فرض کیا جائے جو پہلے خط کو دو قائم زاویوں پر قطع کرتے ہوئے کسی فرض کعبہ کی طرف دراز ہو کر اس خط پر کئی فرض کعبہ لائیں بائیں انتقال کرنے والے کا کعبہ سے تقابلی زائل نہ ہو۔ اس بنا پر علامہ نے ایک ہی سمت پر کئی بلاد کے قبلہ وضع کئے۔ علامہ حنفی کا قول ”قلت فہذا معنی الخ“ علامہ کا یہ فہم درست نہیں ہے کیونکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اندازہ نہیں ہونے والی چیز خط ہے ، حالانکہ درر کی عبارت میں ”وہ شخص ہے الخ“ علامہ طحاوی نے اس بیان کو محشی در علامہ مستید ابراہیم علی کی طرف منسوب کیا ہے۔ علامہ حنفی کی عبارت پر علامہ شامی نے کہا کہ منع کی عبارت یہ معراج کی عبارت (جو ہم ذکر کر آئے) کا خلاصہ ہے بلکہ معراج میں ہمارا اعلیٰ الکعبۃ ”و کعبہ پرست گزرنے والے خط) کا ذکر نہیں ہے ، بلکہ یہ درر کی تصویر میں مذکور ہے۔ لیکن ہے اس سے عرض کی بجائے طول میں گزرنے والا خط مراد ہو تو یہ ایک نمازی کی جہن سے نکلنے والا خط اور دوسرا خط جو پہلے کو قطع کر کے وہ نمازی پر سے عرض (چڑھائی) میں گزرنے والا ہو گا یا کعبہ پر گزرنے والا ہو گا

منہ اختصر عبارت تھا ، وہی فلو فرض خط من تلقاء وجہ المستقبل للکعبۃ علی التحقیق فی بعض البلاد وخط آخر یقطعہ علی نماوتین قائمتین من جانب یمین المستقبل و شمالہ لا تزول تلک المقابله بالانتقال الی الیمین و الشمال علی ذلک الخط بقراۃ کثیرۃ و لہذا وضع العلماء قبلۃ بلاد و بلادین و بلاد علی سمت واحد الخ (قوله قلت فہذا معنی الخ) لیس کما فہمہ فان المتیامن و المتیاسرف عبارتہ ہو الخط و فی عبارة الدر الشخص الخ و عزاء للعلامة السید ابراہیم الحلبي محشی الدرر ، وقال السید العلامة محمد الشامی فیہ ان عبارة المنع ہی حاصل ما قد مناد عن المعراج و لیس فیہا قوله ما س اعلیٰ الکعبۃ بل هو الہذا کور فی صورة الدرر و یمن ان یسار انہ ما س علیہا طوکلا لا عرضا ، فیکون هو الخط الخاسر من جبین المصلی و الخط الاخر الذی یقطعہ هو الماسر عرضا علی المصلی او علی الکعبۃ

تو اس سے ہماری پہلی اور دوسری دونوں تصویریں (ان کی تصدیق ہوگی) درست ہوں گی، پھر ملا کر اس کی کچھ عبارت پر انحصار کرنا، حقیقی سمت پر انحصار کو ظاہر کرتا ہے اور وہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہے نہ کہ فرضی سمت پر انحصار کیونکہ وہ سمت قبلہ کی طرف استقبال ہے حالانکہ سمت فرضی یعنی کعبہ کی سمت کی سمت استقبال کرنا ہی مقصود ہے اس لئے ان کو عبارت سے بعض بلاد میں حقیقی طور پر کعبہ کو پیشانی کرنے "کو حذف کرنا ضروری تھا" یہ علامہ شامی کی شکل عبارت ہے اور یہی ان کی مراد ہے۔

اقول اللہ کی توفیق سے، درمیان کی عبارت کی شرح یوں ہے: (دوسرے طرف) دوسرے مراد وسط پیشانی ہے (یعنی کعبہ کا استقبال کرنے والے) مراد یہ ہے کہ اس طرف سیدھا استقبال ہو کہ اگر درمیان سے پرشے اٹھا دے جائیں تو کعبہ دونوں آنکھوں کے درمیان نظر آئے، (بعض بلاد میں) سے مراد کوئی بھی علاقہ ہو (خط فرض کیا جائے) سے مراد سیدھا خط قائم کیا جائے، ایک دوسرے خط پر جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر فرضی (چوڑائی) طور پر اس کے درمیان سے اٹیں اور بائیں طرف پھیلا ہوا ہو، ایک خط دوسرے سے اس طرح ملے کہ اس سے وسط پیشانی پر زاویہ قائم پیدا ہوا، یہاں ایک زاویہ قائم کو ذکر کیا ہے کیونکہ پیشانی پر خط کا دونوں طرف پھیلا ضروری نہیں بلکہ خط ان سے کسی

فیصدی بمابصورت ناہ اولاً وثانیاً ثم ات
اقتصارہ علی بعض عبارات المنع
ادی الی قصر بیانہ علی المسامۃ تحقیقا و
ہی استقبال العین دون المسامۃ تقدیرا
وہی استقبال الجہۃ مع ان المقصود
الثانیۃ فکانت علیہ ان یحذف
قولہ من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ
فی بعض البلاد اھ فہذا کل ما اوردہ وتمام
ما امرادوہ۔

اقول وبالله التوفیق شرح نظم
الدرہکذا (یفرض من تلقاء وجہ)
ای وسط جہتہ (مستقبلہا حقیقۃ)
بحیث لورفعت الحجب لرئیت الکعبۃ بین
عینیہ (فی بعض البلاد) ای احو
بلدی راہ (خط) مستقیم قائم (علی)
الخط السامی بجہتہ معترضاً من
وسطہ الی یمینہ او شمالہ بحیث
یحدث معہ (زاویۃ قائمۃ) عند
الجہۃ ولہ یقل قائمتین لانہ
لا یجب فرض المعترض مامرا
الی الجہتین بل یکفی ادق خط
المایۃ جہۃ منہما

ایک طرف بھی ظاہر ہو تو کافی ہوگا، لہذا بالفعل دونوں
 سطحوں سے ایک ہی زاویہ قائمہ پیدا ہوگا اسی لئے
 یہاں دو زاویوں کو ذکر نہیں کیا۔ اس فاضل مدق کا یہ ایک
 اختصار ہے کیونکہ ایک زاویہ قائمہ دو قائم زاویوں کے مقابلہ
 میں مختصر ہے اور اس ایک زاویے سے مطلوب میں کفایت
 بھی پائی جاتی ہے اس لئے انہوں نے مختصر اور کافی کو
 پسند کیا ہے (افق کی نظر) یہ لفظ من تلقاء وجہ میں صحت
 کا مقابل ہے، یعنی پیشانی کے وسط سے نکل کر افق کی
 طرف پہنچا جو جس میں لمبائی ہو (وہ گزر رہا ہو) نفس (کعبہ
 پر سے) یہاں تک مسامتت حقیقی کا بیان تام ہو گیا، اس
 کے بعد سمت تقریبی کا بیان شروع ہوا، تو کہا اور دوسرا
 سیدھا خط فرض کیا جائے جو استقبال کرنے والے کی
 پیشانی پر پہنچے خط کو اس طرح قطع کرے کہ اس سے
 دو زاویے قائمہ پیدا ہوں اور یہ دوسرا خط پیشانی پر
 عرض میں آئیں اور بائیں پھیلا ہوا ہو، مراد یہ ہے کہ کعبہ
 کا استقبال کرنے والے کے آئیں اور بائیں دراز ہوا ہو
 اور یہاں پہنچ کر اس کی طرح ایک زاویہ قائمہ پر اکتفا نہیں کیا
 بلکہ دو زاویوں کو ذکر کیا، کیونکہ وہاں پر پیشانی پر
 ظاہر ہونے والے خط کا پیشانی کے آئیں اور بائیں دونوں طرف
 پھیلنا ضروری نہیں تھا بلکہ وہاں برائے نام ہونا کافی
 تھا جس پر لمبا خط آگے سے، اگرچہ اس جانب پیشانی
 کے فصت بلکہ چوتھائی کو بھی نہ گھبرا ہو، لیکن یہاں پیشانی
 پر ظاہر ہونے والے خط کا دائیں اور بائیں کئی فرسخ
 تک بڑھا ہونا ضروری ہے تاکہ سمت کعبہ سے دائیں
 اور بائیں انتقال کا عمل بن سکے، اسی لیے یہاں قائم

فلا یحدث بالفعل الانقاسمة
 واحدة و ذلك من ایجانرات
 هذا الفاضل المدقق فأت زاویة
 قائمة احصی من زاویتین قائمتین
 وفيها الكفاية فاختر ما قل وكفى (الى
 الافق) مقابل من في قوله
 من تلقاء وجه ای یبتدئ
 من وسط الجبهة وينتهي
 الى الافق ويكوت في امتداد هذ
 (ما من اعلى) نفس (الكعبة) الى ههنا
 تم بیان المسامته الحقيقية ثم
 شرع في بیان التقريبية فقال (و)
 يفرض (خط آخر) مستقیم (يقطعه)
 عند جبهة المستقبل (على زاويتين قائمتين
 ما من بالعرض) يمنة ويسرة
 ای یمن والمستقبل ویسارہ ولم
 یکنف بالخط الاخر المشار الیه في
 قوله على زاویة قائمة لان شمس
 كانت یکنی ادق ما ینتطق علیه
 اسم الخط في احد الجانبین
 وان لم یتوغب نصف
 جبین ذلك الجانب ولا من بعده والان
 یحتاج الى خط ممتد یبینا وشمالا الى فراغ
 كثيرة لیکون محل الانتقال یمنه ويسرة
 ولذا اف ههنا بثنیة القائمة

کو ذکر کیا، پس جب نمازی اس دائیں بائیں بڑھنے والے
خط پر منتقل ہو گا تو کسی فرسخ دائیں یا بائیں جس قدر بھی
کعبہ سے شہر کا بُعد ہو اس کے مطابق منتقل ہونے سے
جہت کعبہ سے خارج نہ ہوگا، اس کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے صاحب الدد نے کہا میں کہتا ہوں
دائیں اور بائیں طرف ہونے کا یہی معنی ہے کہ دونوں
خط نمازی کی دونوں جانب بنیں گے (جو مذکور ہے
دریں) کیونکہ درسنے نمازی کے دائیں اور بائیں
ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا تھا
کہ نمازی کعبہ کو اپنے دائیں اور بائیں کرے۔

لیکن یہ احتمال قطعاً رد نہیں ہو سکتا،
اس لئے انہوں نے دائیں اور بائیں خط بنا کر ایک محضی
اشارہ دیا جیسا کہ ان رحمہ اللہ تعالیٰ کی اختصار کی عادت
ہے نمازی کے تیامین و تیاسر میں بھی اختصار سے
کام لیا ہے وہ توں کہ نمازی کا دائیں بائیں پھیلنے والے
خط پر قائم رہتے ہوئے سے دائیں یا بائیں ہونا مراد
ہے، نہ وہ کہ جو بعض کو ہم ہوا، (پس غور کر) تاکہ تو
پھیلے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تجھ پر اس شرح سے
چند امور نظر ہوئے؛

اولاً یہ کہ بعض محشی حضرت کا یہ خیال کہ علامہ صلی
نے صرف سمت حقیقی کو ہی بیان کیا ہے، یہ خیال ساقط
ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر علامہ کو "وخط آخر" الخ

فاذا انتقل المصلی علی هذا
الخط فی اى جهة الى فراسخ كثيرة
حسب ما يقتضيه بعد البلد من
الكعبة لا يخرج عن الجهة و اشار
الى ذلك بقوله (قلت فهذا معنى
التيامن و التياسر) الموسوعين
للمصلى (فی عبارة الدرر) فان
الدرر انما ذكر تيامن المصلى و
تياسره و كان يحتمل ان معناه
يجعل الكعبة على يمينه و يساره
وليس مراد اقطاعا فرسم الخط
يمينه و يساره و اشار بطرف خفي
كعادته رحمه الله تعالى فى
غاية الايجان الى ان ذلك
التيامن و التياسر للمصلى انما
هو على هذا الخط المخرج يمينه و
يساره لا ما يتوهم (فتبصر)
كياتنزل وقد ظهر لك من
هذا الشرح بتوفيق الله تعالى
اولاً سقوط ما مر عموماً ان بيانه
قاهر على الحقيقة كيف ولو كانت
كذلك لما احتاج الى قوله و بخط آخر الخ

لہ ف یہاں کہتے قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے وہ درمیان کی ہے باقی عبارت شرح کی صورت میں علامہ حضرت
کی اپنی ہے۔

کئے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ حقیقی سمت کا بیان "مارا
 علی الکعبۃ" پر تمام ہو جاتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ علامہ علی اور علامہ طوطاوی کا یہ
 اعتراض بھی ساقط ہو گیا کہ الدر یعنی حشکفی کا کلام
 تیسرا اور تیسرا مسکع معنی کے تعین میں در کے کلام
 کے مخالف ہے جیسا کہ تمہید معلوم ہے۔

ثالثاً یہ کہ علامہ شامی کا یہ خیال کہ علامہ
 حشکفی اور مخ کی تصویر میں تغایر ہے۔ یہ خیال ساقط
 ہوا۔ اور تعجب ہے کہ علامہ شامی خود معرفت ہیں کہ
 مخ کی عبارت معرفت کی بیان شدہ عبارت کا حاصل
 ہے، جبکہ معرفت کی گزشتہ عبارت میں خطا کا کعبہ
 پر سے گزرتا مذکور ہے پھر تغایر کہاں پیدا ہوا
 حالانکہ ان کی اور معرفت کی عبارت ایک ہے دونوں کے
 درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ معرفت نے کعبہ پر سے
 خط گزرنے کو بطور جزاء ذکر کیا ہے اور در نے اس
 کو بطور مال ذکر کیا ہے کیونکہ وہ صرف سمت تقریری کو
 بیان کر رہے ہیں اور حشکفی سمت کا اظہار انھوں نے صرف
 فرضی طور پر اور تصویر میں کیا ہے۔

سابعاً اس سے بھی عجیب ان کا یہ قول
 ہے کہ علامہ حشکفی کے لئے ضروری تھا کہ وہ کعبہ کے
 حقیقی استقبال کرنے والے کی پیشانی سے الگ والی
 عبارت کو حذف کرتے (مگر سمت تقریری کا بیان درست
 ہوتا) مجھے معلوم نہیں کہ ان کلمات کے حذف سے
 سمت تقریری کا بیان کیسے تمام ہو سکتا تھا، جبکہ آپ
 کے خیال میں "ایں اور باتیں" کئے والے خط پر انتقال کو

لان بیان الحقیقۃ قد تم الی قوله مارا
 علی الکعبۃ۔

ثانیاً سقوط ما اعترض به العلامة
 الحبشی والطحطاوی من المخالف بین
 کلامی الدر والدر فی معنی التیسار و
 التیسار کما علمت۔

وثالثاً سقوط ما مرعہ العلامة الشامی
 من التغایر فی تصویر و تصویر المنع و
 من العجب انہ مرعہ اللہ تعالیٰ
 معترف بان عبارة المنع حاصل
 ما قد مناه عن المعارج وقد تقدم
 فی المعارج مروره علی الکعبۃ فمن این
 نشأ التغایر وانما عبارة عن عبارة
 المعارج لا تفاوت بینہما الا بان المعارج
 ذکر المرور عن الکعبۃ فی الجزاء والدر اورثہ
 حالاً لانه کان بعد بیان التقریبۃ
 فاخذ الحقیقۃ فی الفرض
 والتصویر۔

ومابعاً العجب منه قوله کان
 علیہ ان یحذف قوله من تلقاء وجہ
 الی آخر الخ ولا ادری کیف یتبع بیان
 التقریب باسقاط هذه الکلمات مع
 عدم ذکرہ عند کم الانتقال
 علی ذلك الخط یمینا و
 شمالا وان استنبط هذا

انہوں نے ذکر نہیں کیا اگرچہ معنی ان کے قول "فہذا معنی" اور
"تیسرا" و "تیسرا" کا یہ معنی ہے "سے حاصل کیا جا سکتا ہے"
"تاہم مجھے معلوم نہیں حقیقی مستقبل کعبہ کی پیشانی سے خط
نکلنے کے ذکر سے ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے صرف یہی کہ
اس سے سمت حقیقی کے تعین کے بعد سمت تقریبی کا بیان
ہو رہا ہے۔

خاصاً اگر بقول علامہ شامی اس کلام کو حذف
کر دیا جائے تو پھر خط کا مخرج کیا ہوگا۔ جب مخرج مذکور ہوگا
تو نہ بیان صحیح ہوگا اور نہ ہی کعبہ کا تعین ہو سکے گا۔ اس طرح
سمت تقریبی ثابت ہوگی اور نہ ہی حقیقی ثابت ہوگی۔
اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کا بادی ہے۔

علامہ شامی نے کہا قولہ، قلت الخ آپ کو معلوم ہو چکا ہے
اگر اگر کسی شخص کو اپنے علاقے سے عین کعبہ کی طرف استقبال
حقیقی کرتے ہوئے توں فرض کیا جائے کہ اس کی پیشانی
سے نکلنے والا خط عین کعبہ پر واقع ہو رہا ہے، تو یہ حقیقی
سمت ہوگی اور اگر وہ شخص دائیں یا بائیں کئی فرض متقل
ہو جائے اور ہم ایک خط فرض کریں جو کعبہ پر سے مشرق
سے مغرب کی طرف گزرے (قلت علامہ شامی کا یہ قول
ان کے اپنے علاقہ شام سے متعلق ہے کیونکہ وہاں سمت قبلہ
جنوباً ہے) اس لئے کعبہ پر عرض میں فرض کروہ خط مشرق
سے مغرب میں گزرے گا، ہمارے علاقہ میں یوں کہا جائے
کہ شمال سے جنوب کی طرف بڑھنے والا خط (کعبہ پر عرض
میں گزرنے والا ہوگا) عرضہ کو عرض میں پھیلنے والا خط

من قوله فہذا معنی التی من کما
فعلت فلیت شعری ما ذا یضدہ ذکر
الاخراج من تلقاء وجہ المستقبل
حقیقۃ فلیس الا بفرض التحقیق
اولا ثم تقدیر الانتقال
عنه۔

وخامساً لن اسقط هذا کلمہ لبقی
مخرج الخط مهملاً لحریتین ولم یتعین
فلا تقریب ولا تحقیق واللہ المہادی
الی سواد الطریق۔

قال الشامی قوله قلت الخ قد علمت انه لو فرض
شخص مستقبل من بلد لهین الکعبۃ حقیقۃ
بانت یفرض الخط الخارج
من جبینہ واقعا علی عین
الکعبۃ فہذا امامت لها تحقیقا
ولو انه انتقل الی جہۃ یمینہ
او شمالہ بقرا سخر کثیرۃ وفرضنا
خطا مائرا علی الکعبۃ من المشرق
الی المغرب (قلت قالہ بالنظر
الی بلدہ الشامی لان قبلۃ الشام الجنوب و
یقال فی بلادنا من الشمال الی الجنوب
وبالجملة المراد الخط المعترض

قال (وكان الخط الخارج من جبین المصل یصل علی استقامة الح هذا الخط المار علی الکعبة فانه بهذا الانتقال لا تزول المقابلة بالکلیة لان وجه الانسان مقوس فیهما تاخر یحیثا اویسارا عن عین الکعبة یقی شیء من جواتب وجهه مقابلا لهما)

اقول فہم رحمہ اللہ تعالیٰ ان وصول خط الجبهة عمودا علی الخط المعترض المار بالکعبة عند الانتقال للیمن والشمال شرط بقاء الجبهة عندہم وقد افصح عندہم ہذا حیث قال بل المقہوم مما قد مٹا عن المعراج والدرر من التفتید بحصول نراویتین قائمتین عند انتقال المستقبل لعین الکعبة یعیثا اویسارا الہ لا یصح لو كانت احدہما حادثة والاخری متفرجة ہیذا الصوق

کعبہ مصلیٰ الہ - وفیہ ،

اولا لیس فی عبارة الدرر ذکر الانتقال ہہنا اصلا فضلا عن حصول قائمتین بعد الانتقال وما ذکر بعد فی التفریع

مراد یاسیہ علامہ شامی نے کہا کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط سیدھا کعبہ پر سے گزرنے والے خط کو ملے گا تو اس صورت میں دائیں اور بائیں انتقال کرنے پر نمازی کا کعبہ سے مقابل کلیۃ زائل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے لہذا وہ جتنا بھی عین کعبہ سے دائیں یا بائیں پھرے گا اس کے چہرے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور کعبہ کے مقابل رہے گا۔

اقول علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھا کہ دائیں یا بائیں قتل ہوتے وقت نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کا عمودی شکل میں کعبہ پر سے گزرنے والے خط ملے گا کعبہ کی جہت کے بقار کے لئے ان کے ہاں شرط ہے اس کے کچھ بعد انھوں نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہا، بلکہ درر اور معراج سے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کا دائیں یا بائیں انتقال کرتے ہوئے وہ زاویے قائمے حاصل ہونے کی جو ہم نے قید کر لی ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر انتقال کرتے ہوئے دو قائموں کی بجائے ایک زاویہ مادہ اور دوسرا منفرجہ اس صورت پر حاصل ہوا تو جہت کعبہ کا

کعبہ مصلیٰ

استقبال صحیح نہ ہوگا۔ اس بیان میں چند اشکال ہیں، اولاً یہ کہ ذکر کی عبارت میں سرے سے انتقال کا ذکر ہی نہیں ہے چہ جائیکہ انتقال کے بعد وہاں دو قائموں کے حصول کا ذکر ہو، اور اس نے بعد میں تفریع

کے طور دائیں اور بائیں ہونے کا جو ذکر کیا ہے اس میں بھی اس کا کوئی نشان نہیں اور نہ ہی وہ انتقال کو مستلزم ہے بلکہ جب تو اپنی جگہ کھڑا رہ کر محاذات سے انحراف بھی کرے تب بھی دو قائلے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی بات کو دہرنے بغیر کرتے ہوئے کہا "پس اس سے معلوم ہو کہ اگر عین کعبہ سے کچھ انحراف کرے الخ"

ثانیاً یہ کہ معراج اور اس کے مذکورہ تبعین حضرات نے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کی جبین سے خط منسلک کر کعبہ کی طرف جانے اور دوسرے خط جو اس کو دو قائلے زاویوں پر قطع کرنے کو ذکر کیا ہے اور پھر ان لوگوں نے اس قاطع خط پر دائیں بائیں کئی فرسخ تک انتقال کو فرض کیا ہے، اس کے باوجود معراج اور اس کے تبعین نے انتقال کے بعد دو قائلے زاویوں کی شرط نہیں لگائی۔

ثالثاً یہ کہ اگر یہ شرط لگائی جائے تو درست نہیں ہوگی کیونکہ انتقال خط مستقیم پر ممکن ہے اس لئے کہ قطع کرنے والا خط کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دونوں طرف فضا میں ایک قدم کے فاصلے سے گزرے گا کیونکہ زمین کروئی یعنی گول ہے انتقال کرنے والا صرف ایک دائرہ پر انتقال کرے گا اب اگر وہ عین کعبہ کا استقبال کرتے ہوئے اپنی جہت کو محفوظ رکھتے ہوئے اس دائرہ پر دائیں یا بائیں انتقال کرے تو یقیناً اس کی پیشانی سے نکلنے والا

من القیامین و القیاس فریدس فیہ ایضاً اثر من ذلك ولا ھو يستلزم الانتقال بل و لا یحصلان لك بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامك و بہ عبر فی الدرر حیث قال فیعلو عنہ انہ لو انحراف عن العین انحرافاً الخ

وثانیاً المعراج وکل من ذکرنا من متابعیہ انما فرضوا خطاً من جبین مستقبل العین مائاً الی الکعبۃ و آخر قاطعاً علی قائمتین ثم فرضوا الانتقال یبینا و یسار ابصاراً کثیرۃ علی ھذا القاطع ولم یشرط ھو ولا احد منھم حدوث القائمتین بعد الانتقال۔

و ثالثاً لو شرط ذلك لم یصح لان الانتقال لا یمکن علی خط مستقیم فان القاطع انما یمس فی جانبی المستقبل بعد موضع قدمہ فی الهواء نکون الارض کسرة و انما ینتقل المنتقل علی دائرة فھوات حفظ توجیہ حین استقبلہ عین الکعبۃ و انتقل علی تلك الدائرة یبیناً و شمالاً فلا شک ان الخط الخارج من جیبہ

خط کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو دو قداموں پر
قطع نہیں کرے گا، لاکھنی۔

مرا بعاً یہ شرط صحیح ہو یا نہ ہو اگر شامی کا یہ کہنا
برگز درست نہیں ہوگا کہ جتنا بھی دائیں بائیں ہٹ جائے
معرّاج اور اس کے قسمن نے صرف یہ ذکر کیا ہے دائیں
بائیں کسی فرض تک منتقل ہونے والے کی جہت باقی ہوگی اور
یہ بات صحیح ہے، کیونکہ انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جتنا
بھی منتقل ہو جائے تب بھی جہت نہ بد لے گی۔ یہ کیسے ہو سکتا
ہے جب انتہائی طور پر انتقال ہوگا تو یقیناً وہ کعبہ کی جہت پر
نہ رہے گا، اور جتنی قریب یہ تجھروا رہا ہے ہو جائیگا۔

خاصاً یہ کہ جب محشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذہن
میں یہ بات مرکوز ہوئی ہے کہ کعبہ کی جہت کی بقا رکھنے
یہ شرط ہے کہ نمازی کی پیشانی سے نکلنے والا خط، کعبہ پر
عرض میں گزرنے والے خط کو عرضی شکل میں قطع کرے تو
ان کو وہ ہم ہوگا کہ اگر منتقل ہونے والے نے مذکورہ معیار
والی جہت کو چھوڑ دیا اور تھوڑا سا بھی دائیں بائیں اس
نے انحراف کیا تو استقبال صحیح نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت
میں مذکورہ دونوں غلطیوں کے ملنے سے دو قدام زانو پلے
نہیں بلکہ ایک عاودہ اور ایک منفرد حاصل ہوں گے،
جیسا کہ قبل ان میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے یہ
گمان کر لیا کہ معراج اور دررکایہ کلام اس قلیل انحراف کی
اجازت کے خلاف ہے جس کا مراد متعدد و کتب میں
ذکر ہے۔ اور انہوں نے اس کی یہ کہہ کر تصریح کر دی کہ
دائیں بائیں ہونے سے مراد کا حاصل یہ ہے کہ عین
کعبہ سے دائیں یا بائیں جہت انتقال کرنا ہے نہ کہ

لا یقطع الخط العاص بالکعبۃ عرضاً علی
قائمین کما لا یخفی۔

مرا بعاً یصح ذلك اولا یصح فلن
یصحن قوله مهما تاخریمینا او یسار
وانما ذکر المعراج ومن معه بقاء الجہۃ
بالانتقال علیہ بفراخ کثیرۃ وهذا
صحیح ولم یدعوانہ مهما انتقل لہ
یتبدل کیف والواغل فی الانتقال علیہ
لا یبقی مواجہۃ للکعبۃ لا شش و
سیستبین لك۔

وخاصاً لما ارتکزی ذہنہ
رحمہ اللہ تعالیٰ ان شرط بقاء المواجهۃ
وصول خط الجہۃ الی ذلك الخط المعترض
بالکعبۃ عموداً توہم ان لو ترک
المنتقل تلك المواجهۃ وانحراف قلیلاً یمیناً
او شمالاً لہ یمصح تكون النواہی من
اذلک حادۃ ومنہ وجہ کما قدم
فزعہم ان کلام المعراج
والدرر هذا مغالط لا حبانۃ
الانحراف القلیل المصروح
بہا فی غیر ما کتاب
وصرح بہ اذ قال، والحاصل
ان المراد بالیتامین و
الیتاسر الانتقال عن عین الکعبۃ
الی جہۃ الیمین او الیسار لا الانحراف،

انحراف کرنا مراد ہے۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء کی کتب میں ایسا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحراف قلیل مضر نہیں ہے، اس پر پھر انہوں نے قہستانی، زوائد الفیقہ کی شرح علامہ غزالی اور امالی الفتاویٰ کے حوالہ سے نیزہ المصلیٰ کی عبارات نقل کیں۔ تعجب ہے کہ علامہ رشامی (محشی) رحمہ اللہ تعالیٰ درر سے خود اپنی نقل کردہ بات کو قبول کئے، کیونکہ انہوں نے یہاں قہستانی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ایسا قلیل انحراف جس سے کعبہ کا مقابلہ کلیۃً زائل نہ ہو مضر نہیں ہے۔ یہ بعینہ وہی چیز ہے جس کو وہ خود پسند درر سے بیان کر چکے ہیں، تو درر کا کلام قہستانی کے خلاف کیسے ہو گا۔

ساد سالیس کا کعبہ گما قہم بیل
انحراف وسط جہتہ المستقبل عن
مسامۃ الکعبۃ لانہما الانتقال والخروج
عن سطح الجدار الشریف ولو حفظ
فی انتقالہ تلك الوجهۃ لاق علی
ما یرجہ عن الجہۃ بالکلیۃ، و
لو انحرفت عن تلك الوجهۃ انحرافا
مناسبا لحفظ التوجہ الی الکعبۃ
فکلامہ منقوض طرہا و عکسا، ولیکن
لبیان ذلک موضع شرقی مکۃ المکرمۃ
بیت طویلہما نحو من مثلث مائۃ

انحراف کرنا مراد ہے۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء کی کتب میں ایسا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحراف قلیل مضر نہیں ہے، اس پر پھر انہوں نے قہستانی، زوائد الفیقہ کی شرح علامہ غزالی اور امالی الفتاویٰ کے حوالہ سے نیزہ المصلیٰ کی عبارات نقل کیں۔ تعجب ہے کہ علامہ رشامی (محشی) رحمہ اللہ تعالیٰ درر سے خود اپنی نقل کردہ بات کو قبول کئے، کیونکہ انہوں نے یہاں قہستانی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ایسا قلیل انحراف جس سے کعبہ کا مقابلہ کلیۃً زائل نہ ہو مضر نہیں ہے۔ یہ بعینہ وہی چیز ہے جس کو وہ خود پسند درر سے بیان کر چکے ہیں، تو درر کا کلام قہستانی کے خلاف کیسے ہو گا۔

ساد سالیس کا کعبہ گما قہم بیل
انحراف وسط جہتہ المستقبل عن
مسامۃ الکعبۃ لانہما الانتقال والخروج
عن سطح الجدار الشریف ولو حفظ
فی انتقالہ تلك الوجهۃ لاق علی
ما یرجہ عن الجہۃ بالکلیۃ، و
لو انحرفت عن تلك الوجهۃ انحرافا
مناسبا لحفظ التوجہ الی الکعبۃ
فکلامہ منقوض طرہا و عکسا، ولیکن
لبیان ذلک موضع شرقی مکۃ المکرمۃ
بیت طویلہما نحو من مثلث مائۃ

وخمسين ميلا اعني خمس درج و
عرضها كالمطنحوامن عرض
مكة المكرمة على ما ثبت بالقياسات
الجديدة كالماله فاذا ت تكون قبلته
نقطة المغرب سواء بسواء
كما لا يخفى على المهتمين
وذلك لان في اللوغاس ثمانيات
ظل عرض مكة ٩٠ ٥٩ ٣٥ ٢٣ جيب تمام
ما بين الطولين ٩٠ ٩٩ ٨٣ ٣٢ = ٩٠ ٥٩ ٥١ ٥٨
ظل عرض موقع العمود
الواقع من نقطة المغرب على
نصف نهاس البلد ما سمت من اس
مكة المكرمة قوسه كالمطه صاوية لارض
البلد فيكون العمود نفسه دائرة سمتية
مترسمة من اس البلد و مكة ثم نقول
ظل ما بين الطولين ٩٠ ٥١ ٨ ٩ ٣ ٨٦ +
جيب تمام عرض موقع العمود ٩٠ ٩٩ ٢٤ ٢٢ =
٩٠ ٩٩ ٠٦ ٩٣ ١٨ نجعله محفوظا وننقل
على نصف نهاس هذا ايمننا و
شالامع حفظ الوجه اعني بقاء القطب الشمالي
على المنكب الايمن فيكون
اولا موضع على خط الاستواء
فعرض الموقع هو الفضل بينه وبين
عرض البلد لانقائه جيب
٩٠ ٥٢ ٣ ٤ ٥٣٦ و يبقى بتضييقه من

اس صورت میں ان کا کلام جامع اور مانع نہ رہے گا، اس
کامیابان یہ ہے کہ محکمہ محرمات مشرق میں واقع ایسا مقام
کو اس کے اوپر محکمہ کے دونوں طولوں میں رابطہ میں ہو
میل یعنی پانچ درجے ہو، اور اس مقام کا عرض کا المظ
محکمہ محرمات کے عرض جتنا ہوگا جیسا کہ جدید قوانین میں ثابت
ہے کہ وہ کا المظ ہے، تو اس صورت میں اس مقام کا
قبلہ ٹیک نقطہ مغرب ہوگا، جو کہ ریاضی ان حضرات پر
مخفی نہیں، یہ اس لئے کہ لوگ ارشم میں عرض مکہ مکرمہ کا
ظل ٩٠ ٥٩ ٣٥ ٢٣ + دونوں طولوں میں مکمل جیب
٩٠ ٥٩ ٨٣ ٣٢ = ٩٠ ٥٩ ٥١ ٥٨ ہے نقطہ
مغرب سے لے کر اسے قوس کے مقام کا ظل، نصف النهار
کے وقت میں محکمہ محرمات کی سمت پر سے گزرے گا، تو
اس کا قوس کا المظ ہوگا جو عرض بلد کے مساوی ہوگا
اس طرح خود عمود ایک دائرہ سمتی ہوگا جو اس البلد
اور محکمہ محرمات کی دونوں سمتوں سے گزرے گا۔ پھر ہم
کہیں گے کہ دونوں طولوں کا ظل ٩٠ ٥١ ٨ ٩ ٣ ٨٦ +
عمود کے موقع کے تمام عرض کا جیب ٩٠ ٩٩ ٢٤ ٢٢ =
٩٠ ٩٩ ٠٦ ٩٣ ١٨ ہے جس کو ہم محفوظ کر لیں گے اور
ہم دائیں کندھے پر قطب شمالی کو باقی رکھ کر اپنی جہت
کو محفوظ بنا کر اس نصف النهار پر دائیں اور بائیں
منتقل ہوں تو :
اولا خط استواء پر ایک موضع ہو تو عمود کے
وقوع کی جگہ کا عرض منفی ہونے کی وجہ سے اس کے اور
عرض البلد کے درمیان زائد ہوگا، جس کا جیب
٩٠ ٥٢ ٣ ٤ ٥٣٦ اس کو محفوظ سے تفریق

المحفوظ ظل الانحراف الشمالي ٩٤٣٧٩٣٨
قوسه بـ ل تمامها عـ رـ ح فمن حفظ
الوجهة فقد انحرف عن القبلة أكثر
من سبع وسبعين درجة وهو بان
يسمى مجانباً الحق من ان يسمى
مواجهاً اذ لم يبق بين جنبه الحقيقي و
بين الكعبة الا اقل من ثلث عشرة درجة و
بينها وبين وجهه أكثر من ٤٤ درجة وان
انحرف عن تلك الوجهة الى يمينه
اعنى الشمال أكثر من ٤٤ درجة فقد
اصاب القبلة بهذا الانحراف العظيم فانققن
ذلك طرءا وعكسا في انتقال اقل من اثنتين
وعشرين درجة -

ولیکن ثانیاً موضعہ عمر ضلع
میں فتح شمالیایکون اعتدال شمالی مثل ذلك
جنوبی فقاضلہ مع عرض الموقع مثلہ
فجیبہ جیبہ والعمل العمل یکون
انحراف القبلة هنا من نقطة المغرب
الى الجنوب عمراً ولزم ما
لزم۔

وليكن ثالثاً عرضة الجنوبي
من نَحْ فمجموعه مع عرض الموقع
سُـد الرجبـه ٣٠٤٣ ٩٤٥٥٥ مقروفا
من المحفوظ = ٢١ ٩٥٥٣ ٨٦ قوس
فالظن لا طبعاً لها قد نا فقد انحرف

کرنے پر شمالی انحراف کا نکل ۴۸ ۹۲ ۴۶ ۳۰ ۹۰ باقی بچے گا
جس کا قوس سے لے کر مکمل سمت الحج ہوگا، پس اب
جس نے اپنی جہت کو مختصر کر رکھا اس کا قبلہ سے ۷۷ درجے
سے زائد انحراف ہوگا تو اس کو قبلہ کو قرار دینے کی بجائے
قبلہ سمت کھپلو پھیرنے والا قرار دینا بہتر ہے کیونکہ اس
کے حقیقی پہلو اور کعبہ کے درمیان صرف ۱۳ درجے سے
بھی کم باقی رہے گا، اور کعبہ اور اس کے چہرے کے
درمیان ۷۷ درجے سے زائد ہوگا، اب اگر وہ اس
جہت سے اپنے دائیں یعنی شمال کی طرف ۷۷ درجے
سے زیادہ انحراف کرے تو تب بھی اس عظیم انحراف سے
کعبہ کی جہت کو پائے گا، تو یوں ۲۲ درجے سے کم
انتقال سے اس کی بامعیت اور مانعیت ختم
ہو جائیگی۔

ثانیاً ایک ایسا موضع جس کا عرض مشرق
شمالی ہو تاکہ شمالی اور جنوبی انتقال ایک جیسا ہو جائے
تو اس کا تفاضل عرض کے موقع کے عرض سمیت اسی
کے برابر ہوگا تو دونوں کا جیب اور عمل ایک ہی ہوگا
تو یہاں سے قبلہ کا انحراف مغرب کے نقطہ سے جنوب
کی جانب عرض الحہ ہوگا اور وہی غرابی لازم آئے گی
و جاتی۔

مثلاً ایک ایسا موضع ہو جس کا جنوبی عرض
۹۶۹۵۵۳۰۷۳ میل ہو تو اس کا مجموعہ عود کے موقع کے عرض سمیت
محل الہر ہوگا جس کا جیب $۹۶۹۵۵۳۰۷۳ =$ قوس الہر کا
مختوف سے تقریبی شدہ ۸۶۹۵۵۳۰۷۳ قوس ہوگا
نظر لکھ جس کا کل قوس الہر کا اس صورت میں

نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف ۸۵ درجے ہوگا اور
نقطہ شمالی کی طرف صرف پانچ درجے باقی رہے گا ،
پس اگر وہ اپنی اس توجہ کو محفوظ رکھے تو اس کی نماز
لازمی طور پر باطل ہوگی ، اور اگر وہ قطب شمالی کی طرف
پہنچ گیا تو اس کی نماز یقیناً درست ہوگی اور اگر ہم
دونوں طولوں میں اس سے کچھ فاصلہ فرض کریں تو
تفاوت اس سے بھی بڑھ جائے گا ۔ خلاصہ یہ
کہ اس سے بے شمار غرائب بیان لازم آئیں گی ۔ تو حق یہ
ہے کہ درود و عزائم کی عبارت میں محشی علیہ الرحمۃ کے
ذکر کردہ امور میں سے کچھ بھی نہیں ، نہ اس خط پر حسب
خواہش انتہائی کا جواز اور نہ ہی معمولی انحراف کے
بواسطہ ان دونوں سے مخالفت اور نہ ہی بقائے بہت
کے لئے توجہ کے محفوظ رہنے کی شرط اور نہ ہی مختلف
زاویے والے دو خطوں کے پیدا ہونے سے ان دونوں
حضرات کی طرف سے نماز کے فساد کا افادہ ، غرضیکہ
محشی علیہ الرحمۃ کی فہم کردہ ان مذکورہ چیزوں میں کوئی
بھی ان دونوں حضرات کی عبارت میں موجود نہیں بلکہ
معاذی اللہ ہے جیسے میں کہتا ہوں (اقول) انہوں
نے دو قائلوں کی شکل میں اس کو قطع کرنے والے خط
پر سے انتقال فرض کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ عہد
حقیقی سمت والے مقام مفروض پر خاص نصف نہار
کے وقت قاطع خط سے ایسا انتقال ہو جسے سمت میں
کچھ انحراف حاصل ہو سکے بالعکس اس کے جو علامہ
محشی علیہ الرحمۃ نے سمجھا ، یہ اس لئے کہ اگر کعبہ کو
مرکز قرار دے کر اس کی طرف استقبال کرنے والے

نقطۃ المغرب خمس و
درجۃ ولم یبق الی نقطۃ الشمالی
خمس درجۃ فان حفظ الوجہۃ
بطلت صلاتہ قطعاً وان توجہ الی
القطب الشمالی صحت یقیناً وان اخذنا
ما بین الطولین اصغر من ذلك یتظہر
التفاوت اکبر من ذلك و بالجملۃ
فتلزم استحکالات لا تحصى فالحق ان
لیس فی عبارة الدرود والمعراج شیء مما
ذکر ولا ما فہم من جواز الانتقال علی
ذلك الخط مهما شاء ولا ما فہم من
مخالفتہما لتجویز الانحراف البسیر
ولما فہم من اشتراط حفظ الوجہۃ
لبقاء الجہۃ لولا ما فہم من افادتهما
فساد الصلوۃ ان احداث الخطات
مراویتیہ مختلفتین بل الامر فیہ
كما اقول انہما انما فرضوا الانتقال
علی القاطع لہ علی قائمتین ای
علی نصف نہار الموضع المضروض
المسامت حقیقۃ لیحصل بالانتقال
الانحراف علی عکس ما فہم
العلامۃ المحشی رحمہ اللہ تعالیٰ
وذلك لانہ لو جعلت الکعبۃ مرکزاً
ورسمت ببعد مستقبلہا دائرۃ و
انتقل ہو علیہا حتی طافت الدنیا

کے فیصلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے دائرہ بنایا جائے گا وہ نہی
اس دائرہ پر انتقال کرتا چلا جائے حتیٰ کہ ساری دنیا کا
چکر بھی لگائے اور پہلے مقام یعنی فرضی مقام پر لوٹ
آئے تب بھی اس کا استقبال حقیقی باقی رہے گا اور
ذرا بھی انحراف نہ ہوگا اور مذکورہ انحراف کے ذکر سے ان کا
مقصود مولیٰ انحراف کے ہوا پر تنبیہ کرنا ہے تو اس لئے
انہوں نے مذکورہ خط کو فرض کر کے یہ ذکر کیا کہ اس مذکورہ
دائرہ والے خط پر کسی فرض تک انتقال کرنے والے کی
جست تبدیل نہ ہوگی اور یہ بات انہوں نے درست
فرمائی ساتھ ہی انہوں نے فرض کی تعداد معین نہ فرما کر
یہ واضح کیا کہ یہ تعداد کب سے دائرہ والے خط کے بعد پر
موقوف ہے یعنی بعد کی تبدیلی سے فرض کی تعداد بدل جائیگی
جیسے کہ گزشتہ بیان میں مذکور ہے ہر طرح کا انتقال مراد دیتے
تو پھر بیان میں فرض کی قید ذکر نہ کرتے بلکہ یوں کہتے ہیں
تو چاہا ہوا انتقال کرو اس سے جست میں تبدیلی نہ ہوگی
یہ وہ ہے جس پر تنبیہ ضروری تھی، جبکہ توفیق صرف اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ہے۔ اب یہ اپنی بحث میں واپس لٹا رہے
فاقول، ثالث (نوٹ، یہ ثالث اس

اول سے متعلق ہے جو صفحہ ۸۸ پر گزرا)

دور کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے
موسیٰ علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا اس میں ابھی کچھ امر باقی ہے
وہ یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ دور کی عبارت میں علی استقامۃ
کا تعلق "یصل" کے لفظ سے ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے
کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے نمازی کی پیشانی سے
نکلنے والے خط میں جس معنی میں استقامت ضروری ہے

وعاد الی مقامہ الاول ای علی الفرض
لہ یزول الاستقبال الحقیقی ولہ یحصل
انحراف ما اصلا ومقصود ہوا ان
ینبہوا علی جو انحراف الیسیر
فخرضوا الخط کما مرو ذکرہوا انہ
لا یجوز الی الجہۃ بالانتقال
علیہ المراسخ کثیرۃ
وقد صدقوا فذلک ولہ
یقدروا المراسخ لانہا تبدل
بتبدل البعد کما تقدم ولسوا
تسویخ الانتقال مطلقا لما
قیدوا بفراخ وقالوا
لا یزول بالانتقال کما معنا کان
قلت فہذا ما کانت
یجب التنبہ لہ وباللہ
التوفیق ولیرجع الی ما کنا
فیہ۔

فاقول ثالثا بقی فی شرحہ

عبارة الدرر ثم وهو جعل
"علی استقامۃ" متعلقا "یصل"
وانت تعلم انہ کما یجب
الاستقامۃ بہذا المعنی
فی الخط الخارج من الجہۃ
کذلک فی الخط البار بالکعبۃ
عرضا وعلی جعلہ متعلقا

اسی معنی میں کعبہ پرست عرضی طور پر گزرنے والے خط میں بھی استقامت ضروری ہے اور "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" سے کرنے میں کعبہ پرست سے گزرنے والے خط کی طرف اشارہ باقی نہ رہے گا اور اسی طرح درر کی جہت میں بھی استقامت ضروری ہے اور "علی استقامۃ" کا بیان بن کر رہ جائیگا، لہذا میرے نزدیک بہتر یہ ہوگا کہ "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" کی بجائے لفظ "العرس" سے کیا جائے تاکہ دونوں بیان تام ہو جائیں اور تاسیس یعنی نیا خانہ بھی حاصل ہو جائے نیز اس کا تعلق قریب ہی ہو جائیگا، یہ مذکورہ ساری گفتگو پہلے محمل سے متعلق ہے۔ جبکہ فاضل علی نے درر کی شرح کرتے ہوئے اس کی عبارت کا محمل محبت حقیقی کی بجائے محبت تفسیری قرار دیا (یعنی عین محبت کعبہ کی بجائے انہوں نے اس کو جہت کعبہ پر محمول کیا ہے) جہاں انہوں نے کہا "قوله بحدیث تحصیل قاضیات" اس کو عام رکھا ہے لہذا وہ دونوں قائل ہیں کہ فاضل نے دونوں نکسوں کے درمیان مساوی ہو گیا نہ ہوگا، مساوی ہو تو اس سے عین کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے اور اگر مساوی نہ ہو تو اس سے جہت کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے، اور یہاں یہی آخری یعنی فقط جہت کی طرف توجہ مراد ہے، پھر انہوں نے فرمایا کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ دونوں نظروں کے درمیان واقع ہوا لہذا جہاں تک ہم نے پہلے ان سے ذکر

ببطل لا یبقی ایسا ہی استقامۃ المار و یصل قوله بحدیث تحصیل قاضیات مجرد بیان لقوله علی استقامۃ فالاصوب عندی جعله متعلقا بالعرس لیسوا البیانان ولیصیر تاسیسا ولیتعلق بالقرب ہذا ما کان یتعلق بالحمل الاول وحملہ الفاضل الحلیمی فی حواشی الدرر علی بیات التقریبیۃ حیث قال (قوله بحدیث یحصل قاضیات) اطلقہ فشملا ان ینک القاضیتین یتساو بعدہما عن العین الی جدار الکعبۃ اولاً فالاول هو المراد فی التوجہ الی العین والثانی فی التوجہ الی الجہۃ وهو المراد هنا فقط ثم قال "حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین الی آخر ما قدمنا عنہ فصرح بالمراد و جعل حاصل الوجہین واحدا۔

کر دیا ہے، غرضیکہ انہوں نے مراد کی تصریح کر دی ہے اور دونوں
وجہوں کا ماحصل انہوں نے ایک ہی قرار دیا۔

اقول ان کا یہ بیان کئی طرح سے بہتر ہے
ایک وجہ تو ماقول کا یہ قول ہے کہ کئی کے لئے عین کعبہ کا
استقبال اور غیر کئی کے لئے جہت کعبہ کا استقبال ہے
لہذا وہ بتا رہے ہیں کہ اب سمت تقریبی کو بیان کر رہے
ہیں (یعنی وجہ تھا لغیرہ) نہ کہ سمت حقیقی جس کا
وقوع عین کعبہ پر ہے، اور اس لئے بھی کہ انہوں نے بعد
میں یہ کہنا یا ہم کوں کہیں کہ ان تقع الکعبة الخ
جیسا کہ تیسرے قول میں گزرا ہے، اس بیان کے بارے
میں شک نہیں کہ یہ سمت تقریبی سے متعلق ہے، نیز
ماقول کا قول "ادفعل" ظاہر آتا ہے کہ دونوں

مراد ہو گا۔ علامہ طحاوی نے اس کے
اسی طرح سمجھا اور انہوں نے دور
کے بیان کے مطابق تصویریں بنائی۔
اقول علامہ طحاوی جبین المصلیٰ جبین المصلیٰ
کے بیان میں، دونوں خطوں

کا ایک شکل پر ہونا ضروری نہیں، اور نہ اعتراض پیدا
ہو گا کہ انہوں نے جبین کا حقیقی معنی یعنی پیشانی کی
دونوں طرفیں (پہلو) مراد لینے کے باوجود جبین سے
تعلق والے خطوں کو عین کعبہ پر بصورت عمود (سیدھا)
گرا کر سمت حقیقی کو بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے پہلے

اقول و هذا أولى بوجوه لقوله
في صدره استقبال عین الکعبة
للمكن وجهتها لغیرہ ان یصل الی
فأفاد أنه الآن بصدد بیل
التقريبية لا الحقيقة الواقعة
على العین ولأنه قال بعده او نقول
هو ان تقع الکعبة الخ
آخر ما تقدم في القول
الثالث ولا شك انه للتقريب وظاهر
قوله او نقول ان محصلهما واحد و
لان الجبین يكون على هذا المعنى الحقیقی

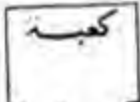
و كذلك فهم العلامة
الطحاوی فصور بیان
الدرر هكذا۔

اقول وليس
المراد حدث الخطین

في حالة واحدة حتى يرد عليه انه
مع حمل الجبین على طرفی الجبهة
عدل الى جعله للبیان التحقیق حيث
اوصل الخطین الى الکعبة عمودین
وانه قد علمت صما قد منات

بیان سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ جبین (پیشانی کے پہلو) سے نکلنے والا خط پیشانی کے وسط سے سیدھا نہیں نکلتا بلکہ دائیں جبین سے نکلنے والا خط دائیں طرف اور بائیں جبین سے نکلنے والا بائیں طرف نکلے گا اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں جبینوں سے نکلنے والے خطوط عمودی طور پر خط مستقیم پر نکلیں بلکہ میری رائے میں ان کا یہ سیان التیام اور التیاسر کی صورت کا بیان ہے کہ مثلاً الیامین یہ ہے کہ نمازی کی دائیں جبین کا کعبہ سے بائیں طرف انحراف ہو جائے اور الیاسر یہ ہے کہ اس کی بائیں جبین کا کعبہ سے دائیں طرف انحراف ہو جائے تو اس صورت میں دونوں جبینوں کے خط مستقیم شکل میں کعبہ کی طرف ہوں گے

ان کی تصویر
یوں ملے گی
مناسب



ایسے مشکل قوس دائیں جبین قوس بائیں جبین مقام کوئی سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن علامہ طحاوی رحمتہ تعالیٰ کا وہ قول جہانوں نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کے بارے میں ایک فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ کعبہ پرست گزرنے والے خط سے زاویہ قائمہ حاصل ہوا اور اسی طرف نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط سے دو ملحقہ قائمہ حاصل ہوا اور ان دونوں خطوں سے دو مساوی زاویے پیدا ہوتے ہیں۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) اگرچہ ان کے اس نکتہ

الخط الخارج من الجبین لا یخرج علی استقامة الجبهة بل منحرفاً من الجبین الایمن یمیناً ومن الایسر یساراً وانه لا یمکن ان یکون کلاً الخطین الخارجین من الجبینین عموداً علی خط مستقیم بل المراد عندی تصویر التیام والتیاسر فالاول مثلاً جبین المصلی الایمن عند انحرافه عن الکعبة یساراً والثانی جبین الایسر جبین انحراف یمیناً، وایضاً

تصویرہ
ہكذا
ینبغي
ان جبین التیام جبین التیاسر

یفهم هذا المقام، اما قوله رحمه الله تعالى في بيان تصويره فقد عن بعض الافاضل، فقد حصل من الخط الخارج بالکعبة قائمة ومن الخط الخارج من جبین المصلی قائمة اخرى وحدث منهما نماويتان متساويتان اهـ۔

فاقول هذا وان كان

فی حکایتہ غنی عن تکایتہ لکن لا ازساۃ
فیہ بہم فانہم مرحمہم اللہ تعالیٰ
لہم لہم اشتغال بثلک الفنون وقد کونا معتنین
بہا بہم ولعنہم فرحمہم اللہ تعالیٰ و مرحمتا بہم
مرحمۃ تکفی و تغنی آمین !

ثم اعلم ان الجبین منہیان
فی الجانبین الی محاذۃ الحاجبین ، قال فی
القاموس الجبینان حرفان مکنتھا الجبۃ
من جاء یتہایفھا بیان الحاجبین مصعد الی
قصاص الشرف

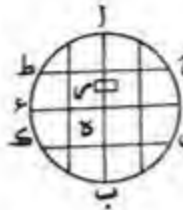
کی ضرورت نہ تھی ، لیکن اس سے ان پر طعن نہیں آتا کیونکہ
ان حضرات کا اس فن سے خاص شغل نہیں ہے وہ
صرف اپنے مقصد و ضروری مراکو بیان کرنے کا اہتمام
کرتے ہیں ، اللہ تعالیٰ ان پر اجر جم پر اپنی کفایت کرنے
والی رحمت فرمائے ، آمین !

پھر واضح ہو کہ دونوں جبینیں دونوں ابروؤں
کے برابر جانیں پر ختم ہوتی ہیں ۔ قاموس میں ہے :
”جبینیں پیشانی کی دو دونوں طرف سے گھیراؤ کرنے والی
دونوں طرفیں ہیں جو دونوں ابروؤں سے بلند ہو کر پیشانی کے
بالوں تک پہنچتی ہیں ۔“ (ت)

بالکل ہماری تحقیق پر قول چارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذات حقیقہ سے دونوں طرف ٹھیک جابجہ
یعنی کنارہ پیشانی محاذی کنارہ برونی ابرو سے چھٹا اس کی استقامت پر اُفتی کی طرف جائے سطح کعبہ معظمہ پر
زاویہ قائم بنانا گورے اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ اس نئی پرچین سے دوسری تک یعنی مابین دو ابرو
اگر مرکز دور فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جہ سے ہر طرف ٹھن دور ہے صفت نہ کرہ پر خط اگر وسط
پیشانی پر ہوتا تو محاذات حقیقہ ہوتی ، اب اس سے ٹھن دور پھر نا صحیح ہوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵ - ۴۵ درجے
آئے ، قول سوم کا بھی یہی حاصل تھا ، اور کہوں نہ ہو کہ عبارت گورے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کسا قد صفا
و باللہ التوفیق۔

پنجم اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے ، اہل مغرب کا مشرق ، اہل جنوب کا شمال ، اہل شمال کا
جنوب ۔ تو جب تک ایک جہت دوسری سے ذیلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے ، یہ ربع شمال یا ربع جنوب
کی طرف منہ کرے جہت قبلہ باقی رہے گی ۔ اقول اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلیٰ سے محاذات حقیقہ
کا خط کعبہ معظمہ پر گزرتا ہوا دونوں طرف کے اُفتی تک ملا دیں اور وہیں سے ذرا خط اس پر عود گرائیں کہ اُفتی کے
چار حصے مساوی ہو جائیں ، پھر ہر حصے کی تنصیف کر کے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کر دیں ان اخیر خطوط سے
جو چار ربع اُفتی حاصل ہوں گے وہی اربعہ جہات اربعہ میں ان میں وہ ربع جس کے مقصود پر کعبہ معظمہ ہے جہت

استدبار اور باقی دو رہیں جہات میں و شمال
اب خط حمای ذات حقیقیہ ح ۱۶ اس پر
رہیں ا ح کو ح اور رہیں ۱۶ کو ط پر تفسیف
ی ح قوس ح ا ط جہت قبلہ ہے
ی ح ح جہت میں، ک ۶ ط



استقبال ہے اور اُس کے مقابل جہت
بائیں صورت کا مصلیٰ ہے اور سر کعبہ معتکہ،
عمود، ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی پھر
کعبہ کے خط ح ط ملاویا، یعنی ط ک = ک ی۔
اور ی ب ک جہت استدبار،

جہت شمال۔ اگر اُس کی طرف منہ کرے میں کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور روا ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف
ط کے قریب تک پھرے جہت قبلہ باقی رہے گی، جب قوس ح ا ط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو وہی دونوں جانب
۴۵ - ۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا۔ یہ قول انھیں خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول،
فتاویٰ خیر میں ہے،

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ مغرب والوں
کا قبلہ مشرق ہے اور مشرق والوں کا مغرب ہے۔ شمال
والوں کا جنوب اور جنوب والوں کا شمال ہے۔
(ت)

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ المشرق
قبلة اهل المغرب والمغرب قبلة اهل
المشرق والجنوب قبلة اهل الشمال و
الشمال قبلة اهل الجنوب۔
شرح نقایہ علامہ قسستانی میں ہے،

زندہ کسی نے کہا کہ مشرق والوں کا مغرب قبلہ ہے اور
اس کے برعکس، اور شمال والوں کا جنوب قبلہ ہے
اور اس کے برعکس۔ پس جہت بھی عین کعبہ کی طرح
قبلہ ہے۔ (ت)

قال الزند ویسی ان المغرب قبلة لاهل المشرق
وبالعکس والجنوب لاهل الشمال وبالعکس
فالجهة قبلة کالعين۔

علیہ میں ہے،

زندہ کسی نے اپنی کتاب "روضة" میں مذکورہ تقریب پر
یقین کا اظہار کیا ہے، انھوں نے یہ بات کعبہ کو
وسط زمین پر قرار دینے کے بعد کہی اور اس کے اثبات

قد قطع الزند ویسی فی ما وضتہ بالتقریر
المذکور فی الزند قالہ بعد ما ذکر انہ
بناہ علی کون الکعبة وسط الارض وتروّد

فی ثبوتہ ثم ایدہا بکلام الامام الرازی فی التفسیر وانہ من القضايا المتلغاة بینہم بالقبول اقول لا محل لتردد فان الارض کرة فلك ان تقدراية نقطة منها شئت وسطا والكعبة احق بذلك فان الله تعالى جعلها مثابة للناس ثم الفرض لا يتوقف عليه الا ترى انا بصورناہ بفرض موضع المصلى وسطا۔

نظم زکریا سی پھر ذخیرہ پھر علیہ میں ہے ،
 قبلۃ اهل المشرق الی المغرب عندنا وقبلۃ
 اهل المغرب الی المشرق وقبلۃ اهل المدينة
 الی یمن من توجه الی المغرب وقبلۃ اهل
 الحجاز الی یسار من توجه الی المغرب اھ
اقول کا نہ امراد بالحجاز نحو
 الیمین والا فالمدینۃ السکینۃ سیدۃ
 الحجاز وسیدۃ بلاد العالم ثم من
 المعلوم قطعاً ان قبلتها الی یسار من توجه
 الی المغرب اعنی الجنوب فکانہ انقلاب
 فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق
 بالمغرب ولعل من هذا القبیل و الله
 تعالی اعلم ما وقع من الخانیۃ من
 ان القبلة لاهل الهند ما بین الرکن

میں انہوں نے تردید کیا ہے ، پھر انہوں نے اس کی تائید
 امام رازی کے کلام جو ان کی تفسیر میں ہے سے فرمائی
 یہ بات مسلمہ قضایا میں سے ہے ۔ میں کہتا ہوں اس
 میں تردید کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ زمین کے جس نقطہ کو
 وسط قرار دیں وہ کعبہ ہے اس لئے کہ زمین گول ہے
 اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو "مثابة للناس" فرمایا ہے
 پھر یہ تفریق کعبہ کے وسط ہونے پر موقوف نہیں ہے ۔
 آپ نے خیال نہیں کیا کہ ہم نے مازکی کی جگہ کو وسط فرض
 کرتے ہوئے اس کی تصویر بنائی ہے ۔ (ت)

ہمارے ہاں مشرق والوں کا قبلہ مغرب اور مغرب والوں
 کا مشرق ہے ، اور مدینہ والوں کا قبلہ مغرب کی طرف
 متوجہ ہونے والے کی دائیں طرف ہے ، اور حجاز والوں
 کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب ہے (ت)
اقول انہوں نے حجاز سے گریا دایاں حصہ
 مراد لیا ہے ورنہ مدینہ منورہ حجاز کا مرکز اور سردار ہے
 بلکہ پورے عالم کا سردار ہے ۔ پھر قطعاً یہ معلوم ہے
 کہ مدینہ منورہ کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے
 کی بائیں جانب یعنی جنوب ہے ، گویا انہوں نے
 بیان میں (مغلطی سے) یمین کی جگہ یسار کو ایک دوسرے
 سے بدل دیا ، یا پھر مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے
 سے بدل دیا واللہ تعالیٰ اعلم ، جو سکتا ہے کہ جو خانیہ میں
 مذکور ہے وہ بھی اسی طرح کی تبدیلی پر مبنی ہو کہ ہندو لوگ

الیمانی الی الحجر وکبت علیہ اقول هذا
 جهة الجنوب ولا یصلح الا لبعض بلاد الهند
 الی عرض الی تقریباً الا ان یقرأ الحجر بالکسر
 وهو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الجدار الیمانی
 تماماً ویخبر الغایتان فیبقى الجدار الشرقی
 الذی فیہ الباب الکریم اولیقرأ الرکن
 علی معناه ویدخل الغایتان ویراد التوزیع
 ای قبلة الهند متوزعة بین الجنوب و
 الشرق والشمال وهذا البعید بعد قوله
 ثم تعین لكل قوم منها ای من الکعبة
 مقام فلاهل الشام الرکن الشامی ولاهل
 المدینة موضع الحطیم والمیزاب و
 لاهل یسمن الرکن الیمانی ولاهل المصحف
 فلیست اصل والله تعالی اعلم
 ہر حصہ ایک قوم کے لئے متعین ہے، شام والوں کے لئے رکن شامی اور مدینہ والوں کے لئے حطیم اور میزاب کا حصہ
 یمن والوں کے لئے رکن یمانی اور ہندوؤں کے لئے مذکورہ، یعنی رکن یمانی اور حجر کا درمیان ہے، غور سے کام لو،
 واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د)

قبلہ رکن یمانی اور حجر کے مابین ہے۔ اور میں اس پر عارضہ لکھتا
 کہ یہ جنوبی جہت ہے، اور برصغیر بعض ہند جو عرض الی
 تقریباً ہے کا قبلہ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر حجر کی بجائے
 ججو کسر (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے، یعنی حطیم
 کعبہ مراد لیا جائے۔ اور "رکن یمانی" سے مراد ساری
 یمانی دیوار مراد لی جائے اور پھر دھانیہ کی بیسان کردہ
 لمبائی میں سے، دونوں انتہاؤں یعنی یمانی دیوار، اور
 حطیم کو خارج کر دیا جائے اور صرف ان دونوں صدوں
 کا درمیانی یعنی کعبہ کی شرقی دیوار جس میں کعبہ کا دروازہ
 ہے مراد لیا جائے، یا پھر ان کو کھائے کہ رکن یمانی اپنے
 اصلی معنی پر باقی رہے اور دونوں حدیں یعنی رکن یمانی اور
 حطیم کو شمار میں داخل مان کر ہند کے قبلہ کو پھیلادیا جائے
 اور ان کو کھائے کہ ہند کا قبلہ جنوب شرقی اور شمال میں پھیلا ہوا ہے
 لیکن یہ احتمال ان کے اس بیان کے بعد بعید ہے کہ پھر کعبہ کا
 ہر حصہ ایک قوم کے لئے متعین ہے، شام والوں کے لئے رکن شامی اور مدینہ والوں کے لئے حطیم اور میزاب کا حصہ
 یمن والوں کے لئے رکن یمانی اور ہندوؤں کے لئے مذکورہ، یعنی رکن یمانی اور حجر کا درمیان ہے، غور سے کام لو،
 واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د)

اقول یہی قول نقل و عقل و عرف سب سے مؤید اور یہی اضبط الاقوال و اعدل و اصح و

انظر واسد۔

اذا کلام یہ خود امام مذہب سے منقول و کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہے) سے
 اذا قال الامام فصد قوا
 فان القول ما قال الامام
 (جب امام فرمائے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ صحیح قول وہی ہے جو امام نے فرمایا ہے)

ثانیاً امام احمد بن حنبل و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا فی احد کما الغائط فلا یستقبل القبلة جب تم میں سے کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو ولا یولیہا ظہرا ولا ینظر شرقا ولا غربا۔ منہ کرے نہ پیٹھ بائیں پورب کچھ منہ کرے۔

یہ تفسیر کا قبلہ جانب جنوب ہے لہذا شرقاً غرباً منکرنا فرمایا، ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا۔ حدیث میں جنوب شمال کے کسی حصے کو نہ یا پشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حصے کا استثناء نہ فرمایا تو دائرۃ اُفق کے صاف چار حصے ظاہر ہوئے جن میں ایک جهت استقبال ہے۔

مثلاً شرف عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال اور بدن انسان بھی چار ہی رُغ و پہلو رکھتا ہے قدیم، غلط، عین، شمال۔ انہی میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں بہا سب سستہ مشہور ہیں ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں، کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اوقات ۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دوسری کا صرف ۴۰ تک، تو دائرۃ اُفق چار ربع مساوی ہی پر منقسم ہونا چاہئے۔

مہا بعداً دائرۃ اُفق میں چار نقطے مفروض ہوئے ان میں ایک نقطۃ استقبال حقیقی ہے، دوسرا استدبار حقیقی، دو باقی عین و شمال حقیقی، تو جب ان میں کسی نقطہ کا ٹھیک نماز ہی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم راجع بقرب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب، لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی ٹھن ٹھن دور اُس کا معتبر پڑے گا۔

خاصاً تمام اقوال مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دوسری طرف راجع نہ ہوگا اور یقیناً اقوال سب اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور فائدہ مستمر ہے کہ توفیق البقائے خلافت سے اولیٰ ہے اور محتمل بجانب مفسر رد کیا جاتا ہے، قول سوم و چہارم کا بھی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور قول اولیٰ میں عبارت علیہ قبلة اهل المشرق والمغرب عندنا (ہمارے نزدیک اہل مشرق و اہل مغرب کا قبلہ - ت) کی مشروح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ من نظم الزندکسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم میں پڑ سے جبہ مراد لینا چاہئے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اوپر گزارا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں

صیح البخاری	باب الاستقبال القبلة بغائط	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۲۶/۱
سنن ابوداؤد	باب کراہیۃ استقبال القبلة	آفتاب عالم پریس لاہور	۳/۱
لفظیہ المصلیٰ	شرط الرابع استقبال القبلة	مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور	ص ۱۸۵

تو جہتین یمن و شمال بھی داخل استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کینٹیوں کی جہت یقیناً جہت چپ راست ہے، دو شخص کہ برابر ایک سمت کو جا رہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ ان میں ایک کا منہ دوسرے کی طرف ہے بے غرض کہیے کو اپنی دہنی یا بائیں کپٹی پر لینا لفظ عرفاً کسی طرح استقبال نہیں۔

سادساً یہ تو قطعاً معلوم کہ قول اول و دوم اور ایک توہم پر سوم کا جو ارسال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہو سکتا، اب اگر تفسیر میں اسی تزییع جہات کی طرف رجوع کیجئے تو صحت مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حد فاصل معین و مرجع للاعتبار نہیں اور تزییع بلا مرجع باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف روا اور اُس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب۔

سابعاً اس میں وسعت جہت اُن سب سے تنگ تر، تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوال مذکورہ پر یقیناً جہت قبلہ ہے اور جو اس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامضبوط ہے تو اخذ متفق و ترک مشہد و اختلاف ہی مناسب، لا جرم اسلامی علماء نے بیات نے بھی شرع سے اخذ کر کے جہت قبلہ کے لئے یہی ضابطہ باندھا، فتاویٰ خیرہ کے ایک سوال میں ہے،

من القواعد الفلكية اذا كان الانحراف عن مقتضى الدلالة أكثر من خمس درجات فليس في ذلك الاضطراب من جهة الربع الذي فيه مكة المشرفة من غير اشكال على ان الجهات بالنسبة الى المصلى اربعة۔
فلكی قواعد میں ہے کہ جب دلائل کے مقتضی سے انحراف سے زیادہ ہو جائے تو نمازی اسربعین درجہ یمنۃ اولی سقۃ یکون ذلك الانحراف خارجا عن جهة الربع الذي فيه مكة المشرفة من غير اشكال على ان الجهات بالنسبة الى المصلى اربعة۔

اقول اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ قول امام زندہ ویسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے متعبد کیجئے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اسے اس سے متعبد کرنا چاہئے

فما وقع من الامام الحلبي في الحلية مما قد منا نقل ليس في موضعه وهذا تمام انجاس ما وعدناك في القول الاول۔
پس امام حلبی کا وہ کلام جو حلیہ میں واقع ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں وہ مناسب محل نہیں ہے، قول اول میں جو ہم نے وعدہ کیا تھا یہ اس کی تکمیل ہے۔ (ت)

رہی حدیث مرفوعہ بابین المشرق والمغرب قبلۃ (مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے)

سے فتاویٰ خیرہ کتاب الصلوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹/۱
سے جامع الترمذی باب ما جاء ان بين المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۴۶/۱

اور اُس کے مثل ارشادات امیر المؤمنین فاروق اعظم و عبداللہ بن عمر وغیرہا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلم نہیں نہ ممکن التسلیم کہ مشرق سے غرب تک نصف دور میں قبلہ پسیدا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استبدار پہلے کہ استقبال و استبدار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انہی دو جہتوں نے گھیر لیا، اب ارشاد اقدس و لیکن شرقاً و غرباً (یعنی پورب اور پچھم کی طرف منہ کرو۔ ت) کا کیا محصل رہے گا، مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مشنئی ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پریشاب کو بیٹھے یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط سمتہ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حسیتی تعین نقاط سے قاصر ہیں، اگر کئے عرفاً جہاں تک جہت مشرق و مغرب پہلے گی وہ سب مشنئی ہے فان بین اذان الضیف الی غیر الاعداد لہد یل خلد فیہ الغیاتان کما فی الفتحة (لفظ بین) جب غیر وہ کی طرف مضاف ہو تو استبدار اور انتہاء دونوں غایتیں اس میں داخل نہ ہوں گی جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت)

اقول اب شکاک سے آگئے عرف میں جہتیں چار ہی تھیں جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۵۴۔۵۴ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں ان کے حصے ہیں وہ کہ مشنئی ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہت قبلہ رہیں گے وہو المطلوب (اور یہی مطلوب ہے) ایک جماعت علماء نے یہاں بین بمعنی وسط لیا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و نصف کی طرف قبلہ دینہ سکتی ہے۔

اقول اور اُس کے مزید قول مذکور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہشتے بازو اور مشرق کو بایں بازو پرے تو اُس وقت تیرا منہ قبلہ کو ہے،

وكانہ رضی اللہ عنہ لہذا زاد قوله
اذا استقبلت بعد قوله فما
بينهما قبله لكون هذا محتملا
لخلاف المراد هذا وحمله الامام الاجل
عبد اللہ بن المبارک علی ان هذا الاهل المشرق
وکن اقال الشیخ البغوی فی المعالہانہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امراد بقولہ
ما بین المشرق والمغرب قبله فی حق
اهل المشرق اھ ولا ادعی ما الحاصل

ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قول "فما بینہما قبلہ" کے بعد "اذ استقبلت" کا لفظ اسی لئے فرمایا ہو کہ فما بینہما قبلہ میں اس مراد کے خلاف کا احتمال تھا۔ امام عبداللہ بن مبارک نے صاحبین المشرق والمغرب والی حدیث کو اہل مشرق کے لئے قرار دیا ہے۔ امام بغوی نے اس کو یوں بیان کیا اور معالم میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قول "مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے" اہل مشرق کے حق میں فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ ان حضرات

نے یہ کیوں فرمایا ————— جبکہ زیادہ
ظاہر وہ معنی ہے جس کا افادہ امام علیؑ نے علیہ میں اور
ملا علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ اس سے مدینہ منورہ
اور اس کے ارد گرد والوں کا قبلہ مراد ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) مدینہ منورہ کا مکہ مکرمہ سے
شمال میں تھوڑا سا مغرب کی طرف مائل ہونا واضح طور
معلوم ہے نہ کہ مشرق کی طرف، پھر امام بغویؒ نے اپنی تفسیر
امام رازحیؒ تفسیر کبیر میں اور امام مناویؒ نے اپنی تفسیر
میں مشرق سے مراد سردیوں میں سب سے چھوٹے
دن کا مطلع مراد لیا ہے، امام مناویؒ نے یوں فرمایا کہ
وہ مغرب کے قلب کا مطلع ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان چند وجوہ
کے فرق بغیر درست نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی ان کے
زمانے میں یہ درست تھا کیونکہ اُس وقت قلب کا بُعد
اللہ لوجنوبی تھا، اور ان حضرات نے مغرب کو گریزوں

ذلک بل الاظهر کما افاد الامام الحلبي
في الحلية وعلی القاری فی المرقاة
ان المراد لاهل المدينة
وما وافق قبلتها۔

اقول ومعلوم ان المدينة
السکينة علی شالیتهما من مکة المكرمة
مائلة قليلا الی المغرب دون المشرق
ثم ان البغوی فی التفسیر والوازی فی الکبیر
والمناوی فی التیسیر وحلوا المشرق علی
اقصه یوم فی الشتاء قال فی المناوی وهو
مطلع قلب العقرب۔

اقول ولا یستقیم الا بفرق عدة
درج ولا فی زمانه اذ كانت الی ذلک بعد
القلب الی لوجنوبیا والمغرب علی مغرب
اطول یوم فی الصیف قال

علامہ مناویؒ کے زمانہ میں طول القلب تقریباً ۳۰ تھا
تو اعتدال اقرب سے اس کا بُعد ۳۵۰۰ میل کا جیب
ہوگا رشم میں $۳۵۰۰ \times ۹۰ = ۳۱۵۰۰۰$ اس کے میل کی کل فاصل
لہذا الط تقریباً $۳۱۵۰۰۰ = ۹۰۰۰۰$ میل ہوگا
اس کے قوس کا الط ہوگا جو کہ قلب کے لئے میل ثانی ہے
پھر انقلاب اقرب سے قلب کے دور کا بُعد اللہ ہوگا
جس کا جیب $۳۱۵۰۰۰ + ۹۰۰۰۰ = ۳۲۴۰۰۰$ میل کی کا جیب
(باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ طول القلب فی زمان المناوی ۳۰ کا تقریباً
قابعد عن الاعتدال الاقرب ۳۵۰۰ جیبہ
فی اللوغا رشمیات $۳۵۰۰ \times ۹۰ = ۳۱۵۰۰۰$ ظل المیل
الکلی ذلک لہ الط تقریباً $۳۱۵۰۰۰ = ۹۰۰۰۰$ میل
قوسہ کا الط هو المیل الثانی للقلب ثم
بعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب الی
جیبہ $۳۱۵۰۰۰ + ۹۰۰۰۰ = ۳۲۴۰۰۰$ جیب المیل الکلی

لہ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث بابین الشرف الخ کے تحت۔ مکتبہ امام شافعی الریاض ۳۴۵/۲

وهو مغرب السماء المرامح -

کے طویل ترین دن کا مغرب قرار دیا ہے، اور امام مناوی نے فرمایا کہ وہ "سماک المرامح" کا مغرب ہے (ت)
اقول (میں کہتا ہوں) یہ بات بہت
بعید ہے کیونکہ اس وقت "سماک" کا بُعد لوک

اقول هذا البعد و البعد فان
بعد السماء اذ ذاك لو كان شماليا

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

الط ۹۰. ۴۰۰ ۹۶۶۰۰ = ۹۶۶۰۰ ۹۶۶۳۵۴۳ ہوگا اور
اس کا قوس طعنا ہوگا، یہی اس کا منکوس میل کی ہوگا
جس کا عرض میل ہوگا جو اس کے جنوبی میل ثانی جیسا ہوگا
پس ان کا مجموعہ کہ الطل جہتہ کا حصہ ہوگا اس کا جیب
۹۶۶۴۱۴۱۲۳ + میل منکوس کے کل کا جیب
۹۶۶۹۳۵۲۳ = ۹۶۶۳۵۴۳۶۸۸ ہوگا جس کا
قوس الیٰ لو یبقیٰ قلب یعنی اس کا میل اول ہوگا اور یہ بات
معلوم ہے کہ میل اعظم اس سے دو درجے کم ہوگا، تو
اس سے دونوں مشرق کی وسعت کیسے ساوی ہوگی ۱۲ منہ
سماک کا طول اس وقت و نقط تقریباً ہو تو اس کا اعتدال
اقرب سے بُعد نقط ہو جس کا جیب ۹۶۵۱۲۶۲۱۹ +
نظیل اعظم = ۹۶۵۹۸۲۱۵۰ ہوگا جس کا قوس حج ح
جرا اس کا میل ثانی ہوگا اور اس جہدی سے اس کے
درجے کا بُعد عا جس کا جیب = ۹۶۹۵۶۴۰۱ +
میل اعظم کا جیب = ۹۶۵۶۴۰۹۱ ہوگا جس کا قوس
السح اس کا میل منکوس ہوگا اور اس کا شمالی عرض
کالح = حج ح = لطمو بُعد کا حصہ ہوگا جس کا جیب
سہرانب ۹۶۵۶۲۵۶۲ = ۹۶۹۶۶۴۰۴۲ = ۹۶۷۷۷۰۷۲ ہوگا جس
کا قوس لوک سماک کا بُعد ہوگا ۱۲ منہ (ت)

الط ۹۰. ۴۰۰ ۹۶۶۰۰ = ۹۶۶۰۰ ۹۶۶۳۵۴۳ قوسہ
طعنا هو الميل انكلي المنكوس له وعرضه
عمل كميله الثاني جنوبي فمجموعهما
التي نطل حصية البعد جيبه ۹۶۶۴۱۴۱۲۳ +
جيب تمام الميل المنكوس ۹۶۶۹۳۵۲۳ =
۹۶۶۳۵۴۳۶۸۸ قوسہ الیٰ لو بعد القلب ای
میلہ الاول و معلوم ان الميل الاعظم
كان اصغر منه بالثلاثين درجتين فكيف يتساوى
سعتا مشرقهما ۱۲ منہ (مر)
محس طول السماء اذ ذاك ونقط تقریباً بعده
عن الاعتدال الاقرب نقط جيبه ۹۶۵۱۲۶۲۱۹ +
نقط الميل الاعظم = ۹۶۵۹۸۲۱۵۰ قوسہ
حج ح هو میلہ الثاني و بعد درجتہ عن اس
الجہدی عا جيبه ۹۶۹۵۶۴۰۱ + جيب الميل
الاعظم = ۹۶۵۶۴۰۹۱ قوسہ السح میلہ
المنكوس وعرضه کالح شماليا + حج ح = لطمو
حصية البعد جيبه ۹۶۸۰۵۹۵۱۰ + جيب
سہرانب ۹۶۵۶۲۵۶۲ = ۹۶۷۷۷۰۷۲ قوسہ
لوک بعد السماء ۱۲ منہ (مر)

ثم ائت على الميل الكلى بنحو ۱۳ درجة
قال البغوي فمن جعل
مغرب الصيف في هذا الوقت على يمينه
ومشرق الشتاء على يساره كان وجهه
الى القبلة اه قال الرازي وذلك لان
المشرق الشقوى جنوبى متباعد عن
خط الاستواء بقدر الميل والمغرب
الصيفى شمالى متباعد عن خط الاستواء
بقدر الميل والذى بينهما هو سمت مكة اه
اقول ولا ادري كيف يحصل لطلقات
على هذين المقيدين واى قرينة
عليه بل واى حاجة اليه فان الظاهر
من الاطلاق امرادة مغرب الاستواء
ومشرق ولا شك ان بينهما قبلة
المدينة السكينة وما يليها بل ان اسيد زيادة
التقريب كان العكس اولى وهو اخذ مغرب
الجدى ومشرق السرطان لان قبلة
المدينة الكريمة على جنوبيتها ميلا
ما عن نقطة الجنوب الى الشرق بعدة
درج -

ثم اقول في قول الامام
الرازي متباعد عن خط الاستواء

شمالى تھا اور یہ بُعد میل کلى سے تقریباً ۱۳ درجہ
زائد تھا۔ امام بغوی نے فرمایا، جس نے اس وقت
گرمیوں کے مغرب کو اپنی دائیں طرف اور سردیوں کے
مشرق کو اپنی بائیں طرف کیا تو اس شخص کا منہ قبلہ کی
طرف ہوگا اور امام رازی نے فرمایا یہ اس لئے ہے
کہ سردیوں کا مشرق جنوبی ہوتا ہے اور خط استواء سے
میل کی مقدار دور ہوتا ہے اور گرمیوں کا مغرب شمالی ہوتا
ہے اور خط استواء سے میل کی مقدار دور ہوتا ہے
اور جوان دونوں کے درمیان ہے وہ سمت مکہ ہے (ت)
اقول (میں کہتا ہوں) معلوم نہیں مطلق
مشرق و مغرب کو کیونکر متعین کر دیا گیا اور اس پر قرینہ کیا ہے
بلکہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ مشرق و مغرب سے
احتمال کا مشرق و مغرب علی الاطلاق مراد ہے۔ اور
یقیناً ان دونوں کے درمیان مدینہ منورہ اور اس کے
ارد گرد کا قبلہ ہے بلکہ (عین قبلہ کی بجائے) صرف
تقریبی سمت مراد ہو تو پھر اس بیان کا عکس بہتر ہے
وہ یہ کہ "الجدی" کا مغرب اور "السرطان" کا
مشرق لیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ کا قبلہ اس سے
جنوب میں تھوڑا سا فقط جنوب سے مشرق کی طرف
چند درجے ہٹ کر ہے۔ (ت)

ثم اقول کہ امام رازی کے قول "کہ گرمیوں
کا مغرب اور سردیوں کا مشرق، خط استواء سے

سہ تفسیر البغوی المعروف بعالم التنزيل مع الحازن زیر آیت وما انت بتابع مطبوعہ مصطفیٰ البابى مصر ۱۲۲/۱
سہ التفسیر الكبير زیر آیت قول وجہک الخ مطبوعہ المطبعة البیتة المصریة مصر ۱۲۲/۲

بمقدار الميل كما يحفظها رافات
 ذلك انما هو في الافق المستوي اما في
 غير افق السعة المشرق والمغرب لراسي
 الجدي والسرطان اكبر دائرتهما من الميل
 الكلي كيف وهي وتر القائمة من مثلث
 كروبي يحدث من قوس المعدل بين
 الافق والميلية وقوس من الميلية واخرى
 من الافق كلتا هما بين المعدل والجزء
 من اوتار الباقيتان حادثات اما كون
 هذه قائمة فلانها من ميلية وقعت على
 المعدل واما احدة البواقي فلات وتر
 القائمة وهي السعة والميل كلاهما اقل
 من السبع واحد والزاوية اقل من قائمة
 فتنت شرائط من اولي اكثر وجب
 عظيمة وتر العظمى بالسابع منها وهي
 السعة فهي اعظم من الميل الاعظم
 ومن قوس المعدل الباقية ايضا اما في
 افق المستوي فتطبق الميلية على الافق
 فلا مثلث ولما يكن بين الجزء ونقطة
 الاعتدال حينئذ الاميل وذلك ما اردناه
 والله تعالى اعلم

تبدیل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادہ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے
 جسے بعض کتب میں قصور بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقتہً اصلاح عام عموم نہیں بلکہ انھیں علامات خاصہ سے ہے جو
 بلا و مخصوصہ کے لئے اقوال فقہیہ ابو جعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب
 سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور چاروں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن

میل کی مقدار دوڑھتے ہیں کھلا سماج ہے کیونکہ یہ مستوی
 افق میں ہے لیکن اس کے غیر میں مشرق و مغرب کی سمت
 راس جدی اور راس سرطان پر ہمیشہ میل کلی سے بڑی ہوتی
 ہے، ان کا قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ وسعت
 مثلث کروبی کے قائمہ کا وتر ہے اور یہ مثلث کروبی افق
 اور میل کے درمیان معدل کے قوس اور میل کے قوس
 اور ایک دوسرے، جو کہ افق کا قوس ہے، سے پیدا
 ہوتی۔ یہ دونوں معدل اور جز کے درمیان ہیں اس کے
 باقی دونوں زاویے عادیہ ہیں، اس کا قائمہ ہونا تو اس
 لئے ہے کہ یہ میل کے معدل پر گری ہے، اور دوسرے
 زاویوں کا عادیہ ہونا اس لئے ہے کہ قائمہ کا وتر جو کہ
 وسعت اور میل ہے یہ دونوں چوتھائی سے کم ہیں اور
 ایک زاویہ جو کہ غیر عادیہ ہے تو اسی طرح کروبی سے پہلے کی
 "۱" کے شرائط مکمل ہونگے تو اب ان کے ساتویں
 کی وجہ سے وتر خطی کی برعکاس ضروری ہوگئی اور یہ وہی
 وسعت ہے تو یہ میل اعظم سے اور باقی معدل کے
 قوس سے بھی بڑی ہے لیکن مستوی کے افق میں میل
 افق پر منطبق ہو جاتی ہے اس لئے وہاں مثلث نہیں ہے
 اور جز اور نقطہ اعتدال کے درمیان اب صرف اس
 کا میل ہے اور یہی ہماری مراد ہے، اللہ تعالیٰ بہتر
 جانتا ہے۔ (ت)

دونوں موضع مغرب کے اندر سمت قبلہ ہے۔ رد المحتار میں بحوالہ شرح زاد الفقیر للعلامة الغزالی بعض کتب معتدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامة القسطنطینی میں ہے:

ينظر مغرب الصبيح في أطول أيامه ومغرب
الشمس في أقصر أيامه فليدع الثلثين في
الجانب الايمن والثلث في الايسر والقبلة عند
ذلك ولولم يفعل هكذا وصل في ما بين
المغربين ينجوز۔

گرمیوں کے طویل ترین دن کے مغرب اور سردیوں کے
چھوٹے دن کے مغرب کو ملحوظ رکھ کر دائیں جانب ۳۰
اور بائیں جانب ۳۰ درجے چھوڑے تو یہ نمازی کا قبلہ
ہوگا، اور اگر وہ یہ احتیاط نہ کرے اور دونوں مغرب کے
درمیان سیدھا نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہوگی۔ (دست)

عليه من لقطه ونجيس لقطه سے ہے،
وقال ابو منصور ينظر الى اقصر يوم و اطول
يوم فيعرف مغربيهما ثم يترك الثلثين
عن يمينه قال صاحب الملتقط هذا
استحباب والا لول للجاوز اه وهذا ما وعدناك
صبر الكلام في الايراد الخامس۔

اور ابو منصور نے کہا سب سے چھوٹے اور سب سے بڑے
دن کے مغرب کو معلوم کر کے پھر ۳۰ درجے دائیں طرف
چھوڑے۔ صاحب الملتقط نے کہا کہ پہلا بیان جواز کے لئے
اور یہ دوسرا استحباب ہے اور یہی صدر کلام میں پانچویں
اثر احسن میں ہمارا وعدہ تھا۔ (دست)

ظاہر ہے کہ جو بلاد کو معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہو سکتا
آخر نہ دیکھا کہ قبلہ میں نہ سکینے قبلہ قطعی یقینی ہے، بین المغربین درکار خود جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور
بلاد شرقیہ و غربیہ کو بھی عام نہیں ہو سکتی، آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چہارم مکالمہ عقدرث می میں جو شہر کو معظمہ سے پانچ درجے
مشرق یا نامہ خاص خط استوا پر لیا اس کا قبلہ بین المغربین سے چون درجے شمال کو ہٹا ہوا ہے،
لان السعة العظمی فی الافق المستوی ثم الی و
قد کان انحراف قبلہ عن نقطۃ المغرب
سما للی۔

کیونکہ مستوی افق میں بڑی دست ثم الی وہ ہے جبکہ
نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف سما للی
تھا۔ (دست)

تو قبلہ تقریبی نانوے درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے، لاجرم امامی القسطنطینی میں اس
قول کو اپنے بلاد سمرقند وغیرہ سے خاص کیا، غیر میں ہے،

امالی الفتاویٰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے سمرقند کے علاقہ میں قبلہ کی حد گرمیوں اور سردیوں کے وسط مغرب کے درمیان ہے۔ (د)

انھیں بلاد شرقیہ سے ہرات ہے، علامہ برجنڈی فرماتے ہیں، ہم نے اس کا قبلہ تحقیق کیا، بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا۔ اور اسی کے مطابق امام عبداللہ بن المبارک مروزی و امام ابو یوسف مکی کا ارشاد آیا، شرح فتاویٰ میں ہے، نحن قد حققنا بثلث القواعد سمت قبلہ ہرات سے ہرات کے قبلہ کی سمت تحقیق کی ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ سال کے چھوٹے دن کے مغرب سے بائیں جانب جہاں مغرب کے ستارے غروب ہوتے ہیں یہاں کا قبلہ ہے، عبداللہ بن مبارک اور ابو یوسف کے بیان کے یہی مطابق ہے اور جو تجنیس الملتقط میں ہے کہ اگر نمازی نے گرمیوں کے مغرب اور سردیوں کے مغرب سے خارج کسی جہت میں نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل ہوگی، تو یہ بات بعض علاقوں میں درست ہو سکتی ہے مخلصاً (د)

ذکر فی امالی الفتاویٰ حد القبلة فی بلادنا یعنی فی سمرقند ما بین المغربین مغرب الشتاء و مغرب الصيف۔

نحن قد حققنا بثلث القواعد سمت قبلہ ہرات سے ہرات کے قبلہ کی سمت تحقیق کی ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ سال کے چھوٹے دن کے مغرب سے بائیں جانب جہاں مغرب کے ستارے غروب ہوتے ہیں یہاں کا قبلہ ہے، عبداللہ بن مبارک اور ابو یوسف کے بیان کے یہی مطابق ہے اور جو تجنیس الملتقط میں ہے کہ اگر نمازی نے گرمیوں کے مغرب اور سردیوں کے مغرب سے خارج کسی جہت میں نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل ہوگی، تو یہ بات بعض علاقوں میں درست ہو سکتی ہے مخلصاً (د)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ معظم معمرہ میں اکثر بلاد شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سلطان سے مغرب جدی تک ہے اور نسبت درہات اور اک مغربین ہر شخص پر آسان اور ان بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک مستند مگر امر محدود و سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ ہر با اس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قرب بحقیقت کو دونوں منافع حاصل، لہذا علماء نے ان بلاد میں عامہ کو مابین المغربین کی تحدید بتائی اس کے معنی یہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں، اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز باطل ہو، مگر شرح خلاصہ قسطنطینی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتبرہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اس میں پائی، بعد عبارت مذکور ہے، واذا وقع توجہہ خامر جائزاً لا يجوز بالانقطاع (اگر اس کی

لہ نیز المصلی الشرح الرابع استقبال القبلة مطبوع مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵
لہ شرح الفتاویٰ للبرجنڈی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نئی نوکشتور بالسرور لکھنؤ ۸۹/۱
لہ ردالمحتد باب شروط الصلوٰۃ مبحث فی استقبال القبلة مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی ۲۸۸/۱

تو ہر اس جگہ سے خارج ہو جائے تو اس کی نماز بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔ دو دنوں تک ہیں یہی علت بلغض منہا البصیر منوث ہے نہ عنہما
بضمیر تشبیہ کہ جانب مغربین راجع ہو رشک نہیں کہ جہت سے خروج مفسد صلوة ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح
وال کہ خروج عن الجہۃ ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقبال شمسہ مذکورہ ائمہ مشہورہ دواہ فی
کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن غیر میں لمانی سے یوں ہے:

فان صلی الی جہۃ خروج من المغربین اگر نمازی کسی ایسی جہت میں نماز پڑھی جو مغربین سے
قصدت صلات ہے۔ خارج ہو تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ (د)

اور تھیں الملتقط کی نقل گزری علامہ برجندی کا ارشاد سن چکے کہ انھوں نے ہر اے کے لئے یہ حکم نہ مانا بلکہ اس کا تحقیقی مغربین
سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کہا اقول بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سو اگنتی کے
دو چار نادور مقاموں کے ہوشاید آپاد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور عرض
تقریباً چھپن درجے کہ ان کی سمت المغرب ۵۴ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہو تو سمت المغرب ۵۴ درجے
سے کم ہوگی اور باجماعت اقبال نمسین المغربین سے کم و بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے
تو ضرور اندلسین کی طرف ہٹکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے
بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض انحراف مفسد نماز ہوگا کما لا یحقی (بسیار کا غلط ہے۔) پھر یہ بھی زیادہ
بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کو گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورت عام میں بیان کرنا تو نہ کر دو بصحت ہوگا
خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دور واز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو رشک نہیں کہ اُس زمانے میں معمورہ
باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ ان کی تقسیم میں ساتوں اقلیں ۵۰۰ تک ختم ہو گئیں۔ ہماری
اس تقریر سے متغفل نہ نکال سکتا ہے کہ اس قول پر کتنے نقص وارد ہیں۔

اولاً عرب و عجم و ہند و ہندوستان و عرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سمت المغرب
۵۴ درجے نہیں اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہاں تک انحراف باجماعت ہیں اقبال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے
تنگ تر قول ہے تو عام معمورہ کے قبلہ بلاد جن کا قبلہ نقطۂ مشرق یا مغرب ہو بالاتفاق اقبال مذکورہ ان میں مابین
المغربین سے بھی انحراف روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۵۴ درجے سے زائد نہ ہو۔

ثانیاً وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطۂ اعتدال ہو، اکثر میں کم یا زیادہ انحراف ہے اب تین حال سے
خالی نہیں یا تو انحراف اعنی تمامہ ای من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال (میری مراد

اس کا تمام ہے یعنی نقطہ اعتدال سے جنوب و شمال کی طرف - ت) سمت المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد بر تقدیر اول جس سمت انحراف ہے اُدھر کی سمت المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۳۴ درجہ سمت ہے اگر انحراف نہ ہوتا تو اس سے ۲۱ درجہ خروج جائز ہوتا اب فرض کیجئے ۲۰ درجہ انحراف ہے یہ تو بین المشرقین ۴۱ درجہ عدول صبح ہوگا۔

ثالثاً جس سمت سے انحراف ہو اگر انحراف وسعت کا مجموعہ ۵۵ درجہ سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک انحراف مفرد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا۔

سابعاً فرض کیجئے ۲۰ درجہ جانب جنوب انحراف ہے اور وسعت ۴۰ تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے انحراف جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴ درجے تک انحراف روا ہوگا یہ بدین البطلان اور بالاجماع غلط ہے قبلہ تحقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجد نہیں جاتا واجب کہ دوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرۃ انسان کے دونوں رُخ یکساں ہیں یہ چار چوالیس کا تفرق کہ طہر سے آیا۔

خامساً وسادساً بر تقدیر ثانی استعمالے ظاہر تر ہیں فرض کیجئے سمت و انحراف جنوب و دونوں رُخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناموافق نہیں ہیأتِ دال کو عمل تکلیس کا اجرا بتا دے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے چار درجہ ۴۰ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سمت کے صرف تک جب تک سمت نصف شمال کی طرف جھکا نہ ہو مثلاً ۵۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اس کے برعکس کم یہ خط لگا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھرنا اور نماز گئی کیا یہ حکم شرعی طہرہ کا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

سابعاً تقدیر ثالث تو خود استعمالہ مافروض ہے کہ جب انحراف وسعت سے زائد ہے تو جو قبلہ تحقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبالِ تحقیقی مفرد نماز ہوا۔

ثامناً دنیا میں کوئی سمت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۹۰° ۵۵° ہوا تو بین المغربین بقضاء انحراف ہے جسے قبلہ تحقیقی سے ۵۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جو فساد نماز کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہوئی اور جواز بلکہ اعلیٰ استجاب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استعمال ہوگا۔

تاسعاً فرض کیجئے ایک شہر محکمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بعض تو قطعاً اول کی سمت المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھ یا تسٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمت قبلہ بہت دُور والے شہر کی سمت سے ہزار یا میل زیادہ دُور تک پھیلی ہو، یہ عکس قضیہ محقول و منقول ہے۔

عاشقوں کو اوقات گمان کرے گا کہ اس قول میں بر نسبت دیگر اقوال کے تضلیق ہے کہ معظم منوره میں سمت ۴۵ درجے سے بھی کم ہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرا ہے اور متعین کیجئے تو اس کی وسعت ظاہر قریب اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۶۶-۲۲ کے عرض پر مجموعہ عتین کے پورے ایک سو اتالی درجے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس پر دلیل میل کلی

اور تمام عرض بلد کا متساوی ہونا ہے تو اس طرح ان دونوں کی جہیں بھی متساوی ہوں گی اور مثلث کر دی میں جیوب زویا کو اس کے جیوب تار کی طرف متساوی ہو گیا ہے تو اس طرح جیوب سمت و قائمہ دونوں متساوی ہوں گے اور اسی سے شرح چغینی میں فاضل رومی کے دقیق کلام میں جو ابہام ہے واضح ہوتا ہے جدید اگر انہوں نے فرمایا سمت مشرق و مغرب عرض کے برتنے سے برسی رہتی ہے یہاں تک کہ سمت قریب بلع کو پہنچ جائے جبکہ عرض بلد رگ کو نہ پہنچی ہو (ت)

بلکہ ہم مناقشہ کے لئے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجئے کہ وہاں سمت ۵۲° ۴۴' ہو، اور فرض کیجئے کہ انحراف جنوبی ۵۴° ۴۰' ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۵۲° ۴۴' شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صبح ہوگی کہ قبلہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے قریب اولین کے ظاہر پر تو جیسے کہ کوٹ ہی ہوتی تھی یہاں اس سے بھی گزر کر کچھ کا حصہ ہے اور استقبال موجہ و بالبلکہ اس پر وہ استقامات ہائے وارہ ہیں جن کا شمار و شمار توبہ قول اس طور پر قطعاً قطعاً اصل قابل قبول نہیں اور خود اسی قدر اس کی غرابت و نامسوخی کو بس تھا کہ تمام کتب متحدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے، ہاں اس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرورت صحیح و بیخ ہے و باللہ التوفیق، الحمد للہ کہ جست قبلہ کا یہ کافی وافی شافی صافی بیان اس جلالت شان و ایضاح صواب و اساطیر و تحقیق و کشف تجاہد کے ساتھ واقع ہوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون سب ادنا عثمان اشكو نعمتك

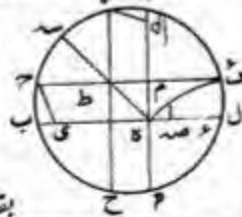
التي انعمت على وعلى والدي وان اعلم صلحا ترضه واجعلني من التائبين وادخلني برحمتك
في القبلتين آمين وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

افادہ ثانیہ علی گڑھ میں القلائین کی سمت المغرب کیا ہے۔ الحمد للہ کہ بہت قبلہ کے معنی آفتاب
کی طرف واضح ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ جب تک حد و بہت کے اندر ہے جواز و اباحت ہے حتی الوسع اصابت میں
صرف مستحب ہے۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ مقام عید گاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حد و بہت کے اندر ہے یا نہیں، اس کے لئے
اُس ظاہری وسعت احوال سابقہ کی تکلیف دہی درکنار قول پنجم جسے ہم محقق و منع کر آئے اُس سے بھی تنزل کریں اور
اس زمین المغربین ہی کی تحدید کر لیں کہ ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فخری وہندوں
کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لئے اولاً علی گڑھ میں راس الجہدی و راس السلطان کی سمت المغرب معلوم
کرنی ضرور ہے فنقول  **باب** راس الجہدی وقت غروب
ثلث (سح قائم الزاویہ) 
ح راس الجہدی وقت غروب 
ثلث (سح قائم الزاویہ) 
افقی ہمیشہ تمام عرض بلد ہوتا ہے الاتریان قیاساً قوس طح و ع سمت راس البلد فکان طی عرضہ و ط عرضہ
و طح تمامہ بحکم شکل مغنی جیب میل، جیب تمام عرض، جیب ح، جیب ا، جیب ب، جیب جیب اول
۹۰۵۹۹۸۱۰۔ جیب دوم ۹۰۹۴۶۲۰۳۲ = جیب سوم ۹۰۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ التمام۔ معلوم ہوا
کہ علی گڑھ میں راس السلطان نقطہ مغرب سے ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے شمال کو اور راس الجہدی اسی قدر جنوب کو
ہٹا ہوا دوتا ہے۔

افادہ ثالثہ یہ عید گاہ نقطہ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔ اب و منحرف مقصد میں صرف
اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا، اگر ثابت ہو کہ اس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس
سب سے تنگ تر قول پر بھی بہت قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز محکومہ تحریمی بتانا اور اسے دھانا فرض ٹھہرانا
سب جہل و افتراء، اس کے اور اہل کو عید گاہ مذکور کی دیوار قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا، دریافت کے پر تحریر
آئی کہ سارے بیاسی گز ہے، اگر یہ پیمائش اور مختصر ضوں کا وہ دعویٰ کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے نوے فٹ
جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں فاقول 
۶ نقطہ قطب ہے اور اب دیوار قبلہ، بحالت موجودہ ج سے ٹھیک سمت ۲ پر
خطب ح غیر معدود دیکھنا اور ب کو مرکز فرض کر کے اُس کے بعد پر قوس اس ح رسم کی جس نے
خط کو نقطہ ح پر قطع کیا تو ج ح اُس حالت پر دیوار ہو گی جس پر مقررین اُسے لانا چاہتے ہیں،

وتر اح وصل کیا کہ حسب بیان معترضین ۹۰ فٹ یعنی ساٹھ ذراع شرعی ہے اور اب، ح ب دونوں شے یعنی نصف قطر
 کہ ایک مرفوع ہے حسب بیان سالکان ایک سو پینسٹھ ذراع شرعی ۱۶۵ ÷ ۳۶۰۰ = ۹۰ × ۳۶۰۰
 بدول جیب میں اس کی قوس می الط قوس اح یعنی زاویہ اب ح = کسٹھ یعنی اس کی سمت قبلہ قطب شمالی سے
 دو درجے کم الیکٹ درجے جانب مغرب ہے وکوجہ آخر کہ بیان میں رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سے
 سمت ۲ پر خط غیر محدود کھینچنا اور ب ح مساوی اب قطع کر کے اور کجہ شکل ہشتم بلکہ نجم و چارم مقدار اولی زاویہ ب
 کا نصف ہوا اور کجہ حدود اس پر نمود ۵۱ حسب بیان معترضان ۳۰ ذراع شرعی ہے تو کجہ شکل نائیف نو ۳۰ × ۳۰ =
 ۱۲۱۳ ۳۴۴ - ۱۱۶ ۳۴۴ یعنی ۱۶۵۰ = ۲۳۲۱۰۳۸۳۹ = ۹۰۲۵۹۶۳۴۲ = ۱۰۷ جیب زاویہ اب یعنی می ندلستہ صد -
 قوس می الط توکل زاویہ ی ۵۸۳۰ ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمالی جانب مغرب سے ہے
 اتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً
 سمت ح ب اور ح ب خط جنوب و شمال پر سب خط اعتدال عمود ہے تو
 قائمین سے اب س مشترک ساقط کلا ح ب س برابر اب ح کے رہا پس وہاں قطع اب سے ثابت ہوا کہ سب سے
 تنگ تر قول پر بھی عید گاہ مذکور پستے پر درجے سے زیادہ حدود قبلہ میں داخل ہے اور قولی تحقیق و منبع پر ۲۶ درجے
 سے بھی زائد اندرون حد ہے گما سب ظہور ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا)
 یعنی شرعاً یہاں تک انحراف کی اجازت ہے اس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی انحراف اور ہوتا جب بھی سات
 درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان و فتوے سب خلعت جمل و اہوا میں والیہا
 باللہ تعالیٰ۔

افادہ سابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی - کتب متداولہ ہیات میں جو طریقہ معرفت سمت کا لکھا ہے
 سید المحققین علامہ سید شریعت قدس سرہ الشریعت نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند تحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اس
 طریقہ پر یہاں معرفت سمت یوں ہے -
 ۱ خط اعتدال ل ب خط جنوب
 ۲ شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معتد
 عرض مکہ کا الہ عرض علی گڑھ الونو
 ۳ شمال سے نقطہ مغرب کی طرف ل ب ح
 ۴ مرکز دائرہ ہند ہے افی علی گڑھ میں
 ۵ شمال اس آنجا کہ علی گڑھ کو معتد سے
 ۶ صری طول علی گڑھ فتح و ما بین الطولین لونو
 ۷ ما بین العرضین و لا لہذا نقطتین جنوب و
 ۸ بقدر لرونو وصل کیا اور نقطتین مشرق و مغرب سے



لے زیر اگر کوئل دگا رقم مذکور بحسب اصلی عشری ۱۸۱۸۱۸۲ و تحویش برستینی می ندل صد ۱۲ مند (م)

دسے ۶۷۱۹ فٹ آئے یعنی نوٹے فٹ پر اور ۷۰۱۹ فٹ اور یہ جملہ ۱۹ فٹ بھی اگر یہ دریا قطب شمالی سے
پھری ہوتی حدود سے باہر نہ تھی ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

تنبیہ قول محقق و منبع کہ کتب معتبرہ کے دونوں جانب ۴۵ درجے تک انحراف روا ہے اس پر عمل
قبلہ تحقیقی برہانی نکال کر کرنا چاہئے کہ طریق تقریبی میں خود کئی کئی درجے کا تفاوت آتا ہے۔ اب یہیں دیکھئے
کہ ۸ درجے ۲۰ دقیقے کا تفاضل ہے واللہ الہادی الی الصواب، الحمد للہ کہ اس تحریر میں افتادہ اولی
غایت نفع و افاضت پر واقع ہوا مناسب اس کے لحاظ سے اس کا تاریخی نام ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال
ہو کہ اس کی تصنیف اور آخر ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ میں ہوئی، اور اگر یہ لحاظ کریں کہ تبلیض میں اواخر محرم ۱۳۲۵ھ کی تاریخیں
آئیں گی تو حد الاستقبال کے عوض جہۃ الاستقبال کہنا مناسب، و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا
و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین آمین واللہ تعالیٰ اعلم و علیم جل مجدہ اتم و احکم۔